لا اله الا الله محمد رسول الله

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ۴ | ۵ اپریل ۱۹۳۷ء سنہ | ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین اکمل | ۲۲ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۶ھ | جلد ۳۶

فہرست مضامین

صداقت مسیح موعود علیہ السلام ازروئے سکھ کتب وہ بھی	۱۱۷ / ۱۲۸	شیخ عباد اللہ صاحب گیانی احمدی
قرآنی کمالات کا نمونہ	۱۲۹ / ۱۳۲	مولوی نعمت اللہ صاحب فاضل
الجہاد فی الاسلام	۱۳۳ / ۱۳۹	ترجمہ مولانا "ابن عمر"
نظریۂ ارتقاء	۱۴۰ / ۱۴۳	ترجمہ "شبلی" بی کام
المقتبسات والملتقطات	۱۴۴ / ۱۵۲	ماخوذ

اندرونِ ہند سے تین روپیہ سالانہ | مستحق طلباء اور غیر احمدیوں سے عہ | بیرونِ ہند سے تین روپیہ آٹھ آنے

ریویوز

احمدیہ البم:۔ جناب امام صاحب مسجد لنڈن نے تیس خوش منظر تصاویر کا مجموعہ احمدیہ البم کے نام سے شائع کیا ہے جن سے ان سرگرمیوں اور خدمات کا خوش آئند ثبوت ملتا ہے جو جماعت احمدیہ غیر ممالک میں تبلیغ اسلام و احمدیت کیلئے بجا لا رہی ہے۔ اس البم میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ رب العالمین اور آپ کے ہم سفروں کے وہ فوٹو بھی ہیں جب آپ انگلستان تشریف لیگئے اور پیرس کی نو تعمیر مسجد بھی دیکھی فلسطین۔ جاوا سماٹرا۔ گولڈ کوسٹ غیر ممالک کے احباب کے گروپ فوٹو بھی ہیں اور قادیان کی آبادی کے جنوبی حصے کا ایک منظر بھی۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ ہے اگر پانسو خریدار ہو تو میرے نزدیک اسکی قیمت کم کردینی چاہئے تا اشاعت عام ہو سکے ابھی اس البم میں اور کئی تصاویر شامل کی جاسکتی ہیں تاکہ مکمل تبلیغی نقشہ فردوس نظر ہو۔ مینجر صاحب بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان سے طلب کریں ؛

بائیبل کی بشارات بحق سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے لاہور کے سٹڈی سرکل میں ایک لیکچر بزبان انگریزی دیا تھا جس کا ترجمہ مندرجہ عنوان نام سے شائع کیا گیا ہے مضمون نام سے ظاہر ہے۔ حضرت مفتی صاحب عبرانی بھی جانتے ہیں اور بائیبل پر بھی خوب نظر رکھتے ہیں آپ نے نہایت سادہ زبان میں سترہ پیشگوئیاں بیان کی ہیں اس کے ساتھ ایک ضمیمہ مولانا کرم داد دو المیالی کا ہے جنہیں مکاشفات کے حل کرنے میں خاص ملکہ حاصل ہے یہ زیادہ تر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ خود بھی اس بارے میں اضافہ فرمایا ہے اور بطور تتمہ الفضل سے بعض پیشگوئیوں کا اقتباس دیا ہے جو زیادہ تر اعادہ مضمون سابق ہے۔ ۱۰۸ صفحے حجم کتابی تقطیع طباعت دیدہ زیب۔ نصیر بک ایجنسی قادیان سے فی جلد کے حساب سے منگوائیے ؛

جماعت احمدیہ اور احرار

اس رسالہ میں یہ دکھایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ خادم اسلام ہمدرد بنی نوع انسان ہونے کے باعث کامیاب و غالب ہو رہی ہے اور واقعات کے رو سے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ جماعت احرار اپنے خلاف اسلام رویہ کی وجہ سے اپنی تمام تحریکوں میں خائب و خاسر رہی۔ ملک و ملت کے مسلم لیڈروں اور اخباروں کے حوالے سے تمام امور مبرہن ہوئے ہیں ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب موگا کی تالیف ہے جس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ کرنا ہر احمدی و حق پسند کا فرض ہے فی جلد ۲ر ایک روپیہ کی ۱۲ جلد ؛

نئی کتاب: جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ اپنی بالغ نظری اور وسیع مطالعہ میں مشہور اقران و مماثل ہیں ہر سال کوئی نہ کوئی مفید تالیف افادہ الناس کیلئے شائع کرتے رہتے ہیں۔ امسال آپ نے حامیان مسلک پیغام صلح لاہور کے ان حرکات کو الم نشرح کیا ہے جو خلافت احمدیہ اور جماعت احمدیہ کو منتشر کرنے کیلئے ان سے سرزد ہوئیں اور ناکام رہے۔ یہ سنسنی خیز بیانات عبرت انگیز مع جوابات ہر مبائع احمدی کو پڑھکر ہشیار و بیدار رہنا چاہیئے۔ قیمت ۳ر سب کتابیں قادیان کے ہر کتب فروش سے ملیں گی ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از روئے سکھ کُتب

ابتدائے زمانہ سے ہی یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ جب کبھی بھی لوگ الصراط المستقیم کو بھول جاتے ہیں تو ان کو راہ راست پر لانے کے لئے اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی رشی۔ اوتار۔ نبی یا رسول مبعوث فرماتا ہے۔ جس کا کام لوگوں کو پیغام حق سُنا کر گمراہی کے گڑھے سے نکالنا ہوتا ہے[1]۔

دسم گرنتھ ایسے مقدس وجود کے اوتار لینے کا زمانہ اس طرح بتایا گیا ہے:۔

جب جب ہوت ارشٹ اپارا ۔ تب تب دیہہ دھرت اوتارا صفحہ ۱۴۰

یعنی جب بھی لوگ خدائے واحد سے اپنا تعلق توڑ کر شرک کے دلدل میں پھنس جاتے ہیں تو اُس وقت اوتار کا ظہور ہوتا ہے۔ پس شرک ایک روحانی بیماری ہے۔ اور اوتار روحانی ڈاکٹر۔ جب دُنیا میں شرک کے مریض کثرت سے پیدا ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی روحانی ڈاکٹر کو مبعوث فرما کر اپنے رب العالمین ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اسی اصل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آدگرنتھ صاحب میں کیا گیا ہے:۔

ہرجُگ جُگ بھگت اُپایا ۔ پیج رکھدا آیا رام راجے صفحہ ۴۵۱

یعنی پرماتما آدجگاد سے ہی ہر ضرورت کے وقت اپنے مقدس انسانوں کو مبعوث فرما کر ان کی سچّائی کو بڑے زور آور حملوں سے ثابت کرتا آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی گرنتھ صاحب میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ "جُگ جُگ ایکو ویس" ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں ہے۔ اُسکی

---

[1] سکھوں کے مشہور مؤرخ گیانی گیان سنگھ صاحب اس بات کی اس طرح تائید فرماتے ہیں:۔

"یہ ثابت ہے کہ خداوند کریم وقتاً فوقتاً ہر قوم و ہر ملک میں انقلاب زمانہ کے موجب قوانین قدرت کو ترقی دینے کے لئے کوئی نہ کوئی مہاتما بزرگ انسان پیدا کرتا ہے۔ اور وہ ہر ایک قدرتی طاقت سے بہرہ ور ہوتا ہے ...... ہندوستان میں ایسے شخص کو عموماً اوتار کے نام سے پکارتے ہیں اور غیر ملکوں میں رسول۔ پیغمبر۔ پیشوا وغیرہ کہتے ہیں"۔

(تواریخ گورو خالصہ اُردو صفحہ ۷)

کسی صفت میں بھی کوئی تغیّر و تبدّل نہیں ہوتا۔ اگر اُس نے ماضی میں اپنے اوتار یا رسول گمراہ دُنیا کو ہدایت دینے کے لئے مبعوث فرمائے ہیں تو اُس سے مستقبل میں بھی یہی امید رکھو۔ کیونکہ وہ "جُگت جُگت ایکو ویس" ہے ؛

خدا کے ان مقدّس انسانوں کے دُنیا میں ظاہر ہونے کا سلسلہ ایک نہایت ضروری ہے۔ اس ضرورت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے حضرت بابا نانک رح نے ارشاد فرمایا ہے :۔

جے سَو چَند اُگوَ ہے سورج چڑھے ہزار ✤ ایتے چانَن ہوندیاں گور بن گھور اَندھار (آسا دی وار محلہ ۲)

یعنی اگر ہزارہا شمس اور قمر ملکر بھی روشنی دیں تو وہ تاریکی جو ایک مصلح ربّانی کے نہ ہونے سے ہوتی ہے وہ دُور نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ جس کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دُنیا کو جو نور ایک نبی کی بعثت سے حاصل ہوتا ہے وہ لاکھوں اور کروڑوں سورج و چاند ملکر بھی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ نبی یا اوتار ایک گمراہ انسان کو دیوتا یعنی باخدا انسان بنا دیتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے :۔

بلہاری گور اپنے دیئو ہاڑی صدوار ✤ جن مانس تے دیوتے کئے کرت نہ لاگی وار

اس سے ظاہر ہے کہ ہم انسانوں کی ہدایت کے لئے اوتار یا نبی نہایت ضروری اور مفید وجود ہیں۔ ہم ان کی پیروی سے ہی گیان حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بزرگ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔ بغیر ان کے ہم فلاح حاصل نہیں کر سکتے۔ پس یہ کتنے افسوس کی بات ہوگی اگر ہم میں سے کوئی شخص یا قوم یہ خیال کرے اب دُنیا میں کوئی مصلح ربّانی ظاہر نہ ہوگا۔ شیطان کے حملے تو بدستور جاری رہیں مگر رحمان کے کسی جرنیل کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو ؛

پیارے بھائیو ! یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جب کبھی دُنیا شیطان کے پنجہ میں پھنس گئی ہو تو خدا تعالےٰ نے اس کی حالت پر رحم فرماتے ہوئے کسی نہ کسی مقدّس انسان کو مبعوث فرمایا جس نے آتے ہی یہ اعلان کیا :۔ ؎

مَیں وہ پانی ہوں جو اترا آسماں سے وقت پر ✤ مَیں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دِن آشکار

یہ ایک حقیقت ہے جس کو ہر مذہب نے اپنے اپنے رنگ میں تسلیم کیا ہے۔ جہاں ہم گذشتہ انبیاءؑ کی صداقت کے مسئلہ میں اصولی طور پر ہر مذہب کو متفق پاتے ہیں۔ وہاں ہم باوجود ختم نبوّت اور گوریائی کو بند سمجھنے والے دوستوں کی مقدّس کتب کو آنے والے بگاڑ کے مصلح کی خوشخبری دے رہی بھی دیکھتے ہیں۔ جہاں ہم اپنی مقدّس کُتب میں "سیأتی علی النّاس زمان" "لا یبقیٰ من الاسلام الّا اسمہ"

کی دل ہلا دینے والی خبر پڑھتے ہیں تو ساتھ ہی ہمیں "لوکان الایمان معلّقاً بالثریا لنالہٗ رجلٌ من اٰلِ فارس" کی خوشخبری بھی تسلّی دیدیتی ہے کہ گھبراؤ نہیں اگر تم سیدھا راستہ بھول جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے سامان اسی طرح کریگا جس طرح اُس نے تم سے پہلے لوگوں کے لئے کئے۔ یہ اُس کی شان ربوبیت کے خلاف ہوگا کہ وہ تمہاری ہدایت کے لئے کوئی سامان مہیّا نہ کرے۔

پس یہ ایک کُھلی کُھلی حقیقت ہے کہ تقریباً تمام مذاہب میں اس آنے والے زمانہ کے بگاڑ اور اُس کے مصلح کی پیشگوئی کسی نہ کسی رنگ میں ضرور ہی پائی جاتی ہے۔ کسی نے اس آنے والے اوتار کا نام "نش کلنک" رکھا ہے۔ اور کسی نے "مہدی"۔ کسی نے "سری کرشن" بتایا ہے اور کسی نے "حضرت عیسیٰؑ"۔

اس وقت مَیں صرف سکھ مذہب کے مقدّس کُتب میں سے (خصوصاً حضرت بابا نانکؒ کے پوتّر اقوال سے) ہی مختصر طور پر اس آنے والے اوتار اور اُس کے زمانہ کے متعلق کچھ عرض کرونگا۔ اور اُمید کرونگا میرے سکھ بھائی اِس کو ٹھنڈے دل سے وچارینگے۔ اور مذہبی پکش پات سے الگ ہو کر غور فرمائیں گے۔ باباجی فرماتے ہیں :-

سوئی چند چڑھے سے تارے سوئی دِنی ار تپت رہے
سادھرتی ساپون جھلارے جُگ جی کھیلے نھاو کیسے
جیون طلب نوار
ہووے پروانہ کرے دھگانہ کل لکھن وچار
کتے دیس نہ آیا سنیا تیرتھ پاس نہ بیٹھا
داتا دان کرے تہ ناہی محل اُسارن بیٹھا
جیکو ست کہے سو چھیجے تپ گھر تپ نہ ہوئی
جیکو ناؤں لوے بدنامی کل کے لکھن ایئی
جس سکداری تسے خواری چاکر کہیئے ڈرنا
جا سکدارے پوے زنجیری تا چاکر ہتھو مرنا
آکھ گنا کل آیئے
تہ جگ کیرا رہیا تپا وس جے گن دیہ تا پایئے

(رام کلی محلہ پہلا صفحہ ۹۰۳)

اس مندرجہ بالا شبد میں باباجیؒ قانونِ قدرت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ چاند۔ سورج۔ ستارے اور ہوا وغیرہ اشیاء ہمیشہ ویسی ہی رہتی ہیں۔ یعنی جو سورج ست جُگ میں تھا وہی تریتہ جُگ میں رہا۔ جو ہوا دواپر میں تھی وہی کلجگ میں ہے۔ مگر زمانہ وہ نہیں۔ حالات وہ نہیں۔ انسان وہ نہیں۔ تمدّن وہ نہیں۔ معاشرت وہ نہیں۔ اس سے آگے آنے والے زمانہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ ایک زمانہ ایسا آویگا کہ جب طاقتور کمزوروں پر سختی کریں گے۔ تیرتھ یاترا کا صرف نام ہی ہوگا۔ لوگ حقیقت سے بے بہرہ ہوجائیں گے۔ امراء غرباء کی مدد کا خیال چھوڑ کر اپنے محلّات بنانے کی فکر میں ہونگے۔ صدقہ اور خیرات کو بند کر دینگے۔ حقیقت کا اظہار کرنے والے کو تکالیف دی جائیگی۔ "تپ گھر" یعنی مساجد۔ مندر۔ گوردوارے وغیرہ میں خدا کی عبادت نہیں کی جائیگی۔ اُس وقت اگر کوئی ایشور کا نام بلند کرنا چاہیگا تو اُس کو بدنام کرنے کی سعی کی جائیگی۔ سردار اپنے چاکروں کے ہاتھوں تنگ ہونگے یعنی اُس وقت لوگوں کے دلوں میں ادب آداب کا نام بھی نہ ہوگا[ف۱]"

یہ شبد مزید تنقید کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ اس موجودہ زمانہ پر صادق آرہا ہے۔ اُس وقت کے لوگوں کی حالت "تس سمے جے کوئی پرمیشور دا ناؤں لویگا تسکو مارنگے" کے مطابق ہے۔ ہماری عبادت گاہیں "مساجدھم عامرۃ وھی خرابٌ من الھدیٰ"[۱] کا نقشہ پیش کررہی ہیں۔ ہمارے تپ گھر آج فتنہ و فساد کے مرکز اور پارٹی بازی کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔ ہر قسم کا جھگڑا آج مذہب کے نام پر پیدا کیا جارہا ہے۔ اس شبد کے آگے ہی حضرت بابا نانک صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

ص ۹۰۳

کل کل والی شرع نبیڑی قاضی کرشنا ہویا ❊ "بانی برہما" "ویداتھربن" کرنی کرت لہیا

اس میں باباجی نے فرمایا ہے کہ جب ایسا وقت آجائیگا کہ "نہ کوئی ہندو رہیگا نہ مسلمان ہی رہیگا"

ف۱ یہی بات جنم ساکھی بھائی بالا میں یوں مذکور ہے:۔

دھندوکار جو ورتسی نہ ہندو نہ مسلمان ❊ رام رحیم نہ جانسن نہ کو کرے سلام
نہ گائتری نہ ترپنو نہ فاتح نہ درود ❊ نہ تیرتھ نہ دیہورا نہ دیوی کی پوج
گورموکھ کوئے نہ جانسی نہ کو لئے اُپدیس ❊ اکو ورتن ورتنئے نہ کو مرے آدیس
بید کتیب نہ جانسن نہ دوارہ مسیت ❊ روزہ بانگ نہ درست نیم نہ کو کڈھے حدیث
کوئے نہ کسکی جانسی نہ کو کرے سلام ❊ نانک شبد ورتسدا اس کوئی مدھی جان

جنم ساکھی بھائی بالا گورمکھی ص ۶۵۸-۶۵۹

تو پھر ان کو راستی پر لانے کے لئے اور ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لئے "سری قاضی کرشن"، جی مہاراج کا ظہور ہوگا۔ جو برہما کی بانی کی روشنی میں اتھروبن وید سے تمام جھگڑوں کا حل فرماویگا۔ اپنی قوّت قدسیہ کے باعث تمام دُنیا میں چھا جائیگا۔ اور ہر طرف اُسکی تعریف کے گیت گائے جائینگے ؂

اس شبد میں تین باتیں خاص غور طلب ہیں:۔

(۱) قاضی کرشن۔ (۲) بانی برہما۔ (۳) وید اتھربن۔

مَیں ان تینوں باتوں پر بابا نانک صاحبؒ کے ارشادات کی روشنی میں ہی غور کرونگا۔

(۱) قاضی کرشن

اس میں باباجی نے آنے والے مصلح موعود کا نام "قاضی کرشن" بتایا ہے۔ یعنی سری کرشن جی مہاراج قاضی کے رُوپ میں ظاہر ہونگے۔ یعنی جو روحانیت اور قوّت قدسیہ سری کرشن جی مہاراج میں کام کرتی تھی وہی اس کلجگ کے جھگڑوں کا خاتمہ کرنے والے "حَکَم" "عدل" میں کام کر رہی ہوگی۔ قاضی لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اوتار مسلمانوں میں سے ہوگا۔ چنانچہ جنم ساکھی میں ایک جگہ پر باباجی نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ "جامہ اُس کا مسلمان کا ہوگا"

قاضی کرشن[1] کے لفظ میں یہ بات بھی بتائی جاتی ہے کہ وہ اوتار قاضی (مسلمان) کرشن (ہندو) کو ایک کرنے کی تعلیم پیش کریگا۔ اور اتحاد کامل کی بنیاد رکھیگا۔ ہمارے ہندو بھائی کرشن جی کو ۱۶ کلاں سمپورن اوتار مانتے ہیں۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ سکھوں کو کرشن سے کیا تعلق تو اس کا جواب یہ ہے گرنتھ صاحب اور جنم ساکھیوں میں بابا نانک صاحبؒ کو کرشن کا اوتار ہی مانا گیا ہے ؂

(۲) بانی برہما

اس جگہ باباجی نے یہ بات بتائی ہے کہ وہ قاضی کرشن دُنیا کے اختلافات کا فیصلہ کرنیکے لئے

---

[1] قاضی کرشن کا لفظ باباجی نے ایک محاورہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ سری کرشن جی مہاراج جون پلٹ کر آئینگے۔ بلکہ یہی ہے کہ جو روحانیت سری کرشن میں کام کرتی تھی وہی اس مثیل کرشن میں ہوگی۔ اس بات کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ ہمارے سکھ دوست مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کو "شیر پنجاب" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کا مطلب یہ بنالے پنجاب کا کوئی شیر جون پلٹ کر مہاراجہ رنجیت سنگھ بنا ہے۔ تو اس کی غلطی تصوّر کی جائیگی کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دلیری ایک شیر میں کام کرتی ہے وہی مہاراجہ رنجیت سنگھ میں کام کرتی تھی ؂

کسی لوہے کی تلوار یا بندوق سے کام نہیں لیگا بلکہ اُس کے پاس بانی برہما ہوگی یعنی وہ برہما کی بانی کی روشنی میں تمام جھگڑوں کا فیصلہ فرماویگا۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ باباجی کی اصلاح میں برہما سے کیا مراد ہے۔ جب ہم باباجی سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آپکی اصطلاح میں برہما سے کیا مراد ہے تو ہمیں یہ جواب ملتا ہے:۔

"برہما کو حضرت جبرائیل بھی کہتے ہیں" (جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۳۳)

پس برہما کی بانی کا یہ ترجمہ ہُوا ہے کہ وہ آنے والے اوتار سری قاضی کرشن جی مہاراج حضرت جبرائیل کے کلام (الہام) سے دُنیا کے اختلافات کا قلع قمع کرینگے؛

(۳) انتھر بن وید

اس میں بھی باباجی یہی فرماتے ہیں کہ اُس سیف کا کام قلم سے دکھانے والے مقدس نبی کے پاس حضرت جبرائیل کے تازہ الہام کے ساتھ ہی ایک کتاب بھی ہوگی جس کا نام باباجی نے انتھر بن وید بتایا ہے۔ پس اس کا فیصلہ بھی ہم باباجی سے کرائینگے کہ آپ انتھر بن وید کس کتاب کو کہتے ہیں۔ تاکہ کسی بھائی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ اپنے مطلب کا ترجمہ کیا جارہا ہے۔ باباجی کا فرمان ہے:۔

(۱) کل مہہ وید انتھر بن ہُوا ناؤں خدائی اللہ بھیا (گرنتھ صاحب)

یعنی کلجگ کا انتھر بن وید وہ کتاب جو خدا کا نام اللہ بتاتی ہے۔ (یاد رہے قرآن شریف نے ہی خدا کا نام اللہ بتایا ہے)

اس بات کو اور وضاحت سے یوں بیان کرتے ہیں:۔

(۲) ہن عمل انتھر بن عرفان فرقان ہے۔ (جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۷)

(۳) وید انتھر بن اُلٹ کر رکھیوس نام قرآن (" " ص۲۵۶)

یعنی اب عمل انتھر بن عرفان فرقان کا ہے۔ اور انتھر بن وید کا ہی دوسرا نام فرقان ہے۔ واضح ہو کہ فرقان قرآن شریف کا ہی دوسرا نام ہے۔ جس طرح ہمارے سِکھ بھائیوں کی مقدس کتاب گرنتھ صاحب کا دوسرا نام دربار صاحب بھی ہے؛

پھر باباجی اس بات کو بالکل ہی واضح کرنے کے لئے فرماتے ہیں:۔

"انتھر بن وید کا حُکم محمدؐ کو دیاسی" (جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۷۳)

اس جگہ پر باباجی نے بالکل ہی صاف طور پر فرما دیا ہے کہ میری اصطلاح میں انتھر بن وید اس کتاب کا

نام ہے جو حضرت نبی اکرم محمدؐ کو ملی تھی۔ اور جو خدا کا نام اللہ بتاتی ہے۔ تمام دُنیا اس کو اچھی طرح جانتی ہے کہ حضرت نبی اکرم کی مقدّس کتاب کا نام قرآن شریف ہے۔ پس اس سے ثابت ہُوا کہ وہ آنے والا "پرگنہ بٹالہ کا گورو،، حضرت جبرائیل کے ذریعہ تازہ الہام کی روشنی میں قرآن شریف سے تمام دُنیا کے اختلافات کا فیصلہ صادر فرماوینگے۔ یہ بات بھی بتاتی ہے کہ وہ آنے والا اوتار مسلمانوں میں سے ہوگا۔[1]

چونکہ یہاں پر ایک آدمی سوال کر سکتا ہے کہ وہ آنے والا اوتار وید۔ اور گرنتھ وغیرہ کُتب میں سے کیوں نہیں فیصلہ فرمائیگا۔ اس کا جواب بھی باباجی کا یہی شبد دیتا ہے۔ اسی شبد میں باباجی فرماتے ہیں :-

کل پروان کتیب قرآن ؛ پوتھی پنڈت رہے پران ؛ نانک ناؤں بھیا رحمان ؛ کرکرتا توں ایکو جان

اس جگہ باباجی انسانی فطرت کے اس اعتراض کو مدِّنظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ آنے والا اوتار اس لئے قرآن شریف سے فیصلہ فرماویگا کہ قرآن شریف کلجگ کی منظور شدہ کتاب ہے۔ یعنی اب اللہ کی یونیورسٹی نے اپنے بندوں کے لئے یہی کورس مقرر کیا ہے۔ اب اس کورس کے مطابق پورا اُترنے والا نجات کی سند حاصل کر سکیگا۔ اس سے پہلے تمام وہ کورس جو مقرر کئے گئے تھے منسوخ ہو گئے ہیں اب پرماتما کا نام رحمان جاری ہُوا ہے۔ مگر اے مذہبی تعصّب کے مرض میں مبتلا مریضو اکرتا پورکھ اور رحمان میں کوئی فرق نہیں۔ یعنی دونو نام ایک ہی ہستی کے ہیں فرق اگر ہے تو زبان کا ہے۔

قاضی کرشن کا ظہور

پس ہم اس تمام غور و فکر کے بعد اپنے تمام بھائیوں کو یہ خوشخبری سُناتے ہیں کہ حضرت

---

[1] باباناتک صاحبؒ نے اس بات کو واضح طور پر بیان کیا ہے وہ آنے والا اوتار مسلمانوں میں ہوگا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:-

چکنا چور کرے گور پورا نانکا لیکھ نہ بیٹھا جائی

مسلمان صفت شریعت سچےؔ کی وڈیائی (صفحہ ۶۳۴ جنم ساکھی بھائی بالا)

یعنی وہ پرگنہ بٹالہ کا گورو دنیا میں پھیلے ہوئے دجل اور فریب کو اپنی قلمی تلوار سے پاش پاش کر دیگا۔ اُس کی تحریر بہت مضبوط اور مدلّل ہوگی۔ اُس کی پیش کی ہوئی بات کو وہ ردّ نہیں کر سکیگا۔ وہ مسلمان ہوگا شریعت (قرآن شریف) اسکی صفت اور سچےّ خدا کی تعریف دُنیا میں نئے سرے سے قائم کریگا۔ اسی شبد کی تفسیر کرتے ہوئے باباجی فرماتے ہیں کہ "جامہ اُس کا مسلمان ہوگا" صفحہ ۶۳۶۔ یاد رہے کہ نئی ایڈیشنوں میں سے یہ الفاظ نکال دیئے گئے ہیں شاید ہمارے خالصہ بھائیوں نے یہ خیال کیا ہو کہ ہمارے الفاظ کاٹ دینے سے وہ آنے والا اوتار مسلمانوں میں ہونے سے رُک جائیگا ؛

بابا نانک صاحبؒ کے فرمان کے مطابق وہ آنے والا اوتار قاضی کرشن حضرت میرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانیؑ کے بابرکت وجود میں باباجی کے بتائے ہوئے پتہ "پرگنہ بٹالہ" میں ظاہر ہو چکا ہے۔ جنہوں نے اپنی قوّت قدسیہ سے تمام جہان میں اپنا سکّہ بٹھا دیا ہے۔ آپؑ کے اشد ترین دشمن بھی آپؑ کی علمیّت اور قابلیّت کے قائل ہیں۔ آپؑ نے اپنے کرشن ہونے کا دعویٰ اپنے سیالکوٹ کے لیکچر میں کیا ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں :-

"جیسا کہ مَیں مسیح ابن مریمؑ کے رنگ میں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ رُوحانی حقیقت کی رُو سے مَیں وہی ہوں یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین آسمان کا خدا ہے۔ اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن ہے" (لیکچر سیالکوٹ صنٰ ۲)

اس کے علاوہ حضورؑ نے ہندو مُسلم اتحاد کو حقیقی طور پر قائم کرنے کے لئے ایک "پیغام صلح" نام کی ایک کتاب لکھی۔ جس میں آپؑ نے ہندو مُسلم اتحاد کے وہ گُر بتلائے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے ہندوستان کی فضاء یکدم ہی بدل سکتی ہے۔ کاش کہ لوگ حضرت صاحب کی تعلیم پڑھیں ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں ۔

حضرت اقدسؑ مسلمانوں میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے سری کرشن جی مہاراج کی بزرگی کو مسلمانوں کے دلوں میں قائم کیا۔ آپؑ کا ارشاد ہے :-

"راجہ کرشن جیسا کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایک ایسا انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا" (لیکچر سیالکوٹ صنٰ ۲)

یہ پاک تعلیم بتلا رہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہندو مُسلم اتحاد کی بنیاد رکھ کر اپنے قاضی کرشن ہونے کا عملی اور حقیقی ثبوت پیش کیا ہے ۔

حضرت اقدسؑ کی اِس مقدّس تعلیم کی بنا پر آج ہر احمدی جس طرح حضرت مسیح موعودؑ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو خدا کا نبی۔ اوتار مان رہا ہے وہی عقیدت اُس کے دل میں سری کرشن جی مہاراج کے متعلق ہے۔ جماعت احمدیہ کا یہ مطالبہ دُنیا کے اختتام تک قائم ہے کہ اے ہندو مُسلم اتحاد کے حامیو! آؤ! اگر تمھاری دلی خواہش ہے کہ ہندو مُسلم اتحاد ایسا

مضبوط ہوجائے کہ جس کو دُنیا کا کوئی بڑے سے بڑا طوفان بھی نہ مٹا سکے تو پھر اس کے لئے صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم پر عمل کیا جائے وہ یہ ہے کہ ہم آپ کے بزرگوں کو اپنے بزرگ تسلیم کرتے ہیں اور آپ ہمارے بزرگؑ کی بزرگی پر ایمان لے آئیں ٭

اس کے علاوہ حضرت اقدسؑ نے باباجی کے فرمان کے مطابق حضرت جبرائیل کے تازہ الہام کی روشنی میں قرآن شریف کے ساتھ تمام جھگڑوں کا فیصلہ صادر فرمایا۔ اور اپنی جماعت کے ہاتھ میں کسی لوہے کی تلوار پکڑانے کی بجائے "الخیر کلہ فی القرآن" کہکر یہ قرآن شریف ہی دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جاؤ اس قرآن سے دنیا کو فتح کرو۔ آج اسی حکم کے مطابق جماعت احمدیہ کے مبلّغین تمام دنیا میں بادل کی طرح چھائے ہوئے ہیں۔ اور خدا کے اس وعدہ کو جو اس نے اپنے پیارے مسیحؑ سے کیا تھا کہ :-

"مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پُہنچاؤں گا" پورا ہورہا بتلا رہے ہیں اور اِس کے ساتھ ہی خدا کے اس مقدّس قول کہ :-

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچّائی کو ظاہر کردیگا۔" کی صداقت کو واضح کررہے ہیں ٭

میرے پیارے بھائیو! اس زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ ممکن ہے کہ اس سانس کے بعد دوسرے سانس کا موقع ہی میسّر نہ ہو۔ اس لئے آؤ! ہر قسم کے تعصّب اور ضد کو چھوڑ کر اس قاضی کرشن کے جھنڈے تلے جمع ہوجاؤ۔

دیکھو! اس پیارے نش کلنک کی قائم کی ہوئی جماعت کس طرح بجلی کی طرح ہر طرف پھیل رہی ہے۔ اس پرگنہ بٹالہ کے گورو نے باباجی کے اس فرمان کے مطابق وہ "انتر و شبد پوتھیاں وچار یگا" بہت سی کُتب لکھی ہیں۔ جن کو پڑھکر لوگ تاریکی کے گڑھوں سے نکل کر الصراط المستقیم پر کھڑے ہورہے ہیں۔ اس کی جماعت میں چیدہ چیدہ لوگ شامل ہورہے ہیں یہ بات بھی باباجی نے پہلے ہی بتلا دی تھی کہ "اس پاس کوئی وِرلا ہی جاویگا"۔ پس آپ اُٹھیں اور ان خاص وجودوں میں اپنا نام بھی شامل کرادیں ٭

پیارے دوستو! اُٹھو! سورج تو سر پر آچکا ہے۔ مگر آپ ابھی تک غفلت کے لحافوں میں ہی سوئے پڑے ہیں۔ حضرت بابا نانکؒ کی پیشگوئی آج خدا کے فضل سے حرف بحرف پوری

ہو رہی ہے۔ آپ کس انتظار میں ہیں۔ انہیں اور باباجی کے سچے سکھ ہونے کا عملی ثبوت پیش کریں۔ آج دنیا کی نجات سری قاضی کرشن کے جھنڈے تلے جمع ہونے میں ہی ہے۔ آئیں اور اس مامور من اللہ پر ایمان لاکر اس کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اور پھر ہم سب ملکر اس خدائے واحد کی تعریف کریں کہ جس نے سری قاضی کرشنؑ کو مبعوث فرماکر حضرت بابا نانک صاحب کی پیشگوئی کو حرف بحرف پورا کر دکھایا ؁

پیارے بھائیو! ہمارے لئے یہ شکر کا مقام ہے۔ ربّ العالمین نے ہمارے بگاڑ کا علاج کرنے کے لئے ایک مصلح مبعوث فرما دیا ہے۔ ہم الصراط المستقیم کو بھول کر اِدھر اُدھر بھٹک رہے تھے۔ ہم نے سیدھا راستہ چھوڑ دیا تھا۔ جو دل ہم نے خدائے واحد سے لگانا تھا۔ اُسے ہم نے شیطان سے لگا لیا تھا۔ جس زندگی کا مقصد صرف خدا کے حقیقی عبد بننا تھا وہ زندگی ہم بدکاریوں میں گذار رہے تھے۔ ہم اندھے تھے اُس نے ہمیں آنکھیں دیں۔ ہم مُردہ تھے اُس نے ہمیں زندہ کیا۔ پس یہ خدا کی کمال شفقت ہے کہ اُس نے ہم میں سے ہی اپنا ایک رسول مبعوث فرماکر ہمارے لئے فلاح اور بہبودی کا راستہ کھول دیا۔ آہ۔ اُس پیارے مسیح قاضی کرشن احمدؐ رسولؑ کو کافر یا دجّال کہنے کی بجائے اُس پر ایمان لے آؤ۔ جس نے عین وقت پر آکر ہمیں سیدھا راستہ دکھایا۔ اِس کے ساتھ ہی ہم سبھی ملکر خوشی کے گیت گائیں اور اپنے پیارے اللہ کا یہ پاک ترانہ لوگوں کو سُنائیں :-

لقد مَنّ اللہ علی المؤمنین اِذْ بَعَثَ فیھم رسولاً من انفسھم
یَتْلُوْا علیھم اٰیاتِہٖ ویزکّیھم ویُعلّمھم الکتاب والحکمۃ
وان کانوا مِن قبل لفی ضلال مّبین ٥

بے شک ہمارے مہربان اللہ نے ہم پر نہایت مہربانی کی ہمارے لئے ہم میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جس نے ہم کو اُس کی آیات سُنائیں اور ہم گندوں کو پاک کیا۔ اور ہمیں کتاب اور حکمت سکھائی۔ یقیناً اس سے قبل ہم کسی کُھلی گمراہی میں مبتلا تھے ؁

اے خدا تیری بے شمار برکتیں اور رحمتیں اُس پیارے نِش کلنک اوتار حضرت میرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی پر ہوں جو مقدس انسان نے عین ضرورت کے وقت آکر دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ سچ ہے خدا کے برگزیدہ انسان جُگ پلٹ دیا کرتے ہیں ؁

گیانی احمدی مبلّغ امرتسری

وہ نبی

یعنی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کتاب مقدس میں ایک عظیم الشان نبی کی بعثت کی خبر کئی مقامات پر درج ہے۔ جن میں سے چند ایک اقتباس یہاں درج کئے جاتے ہیں:-

(۱) "اسمٰعیل کے حق میں مَیں نے تیری سُنی۔ دیکھ مَیں اُسے بہت برکت دونگا اور اُسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے۔ اور اسے بڑی قوم بناؤں گا۔" (پیدائش ۱۷/۲۰)

(۲) "مَیں اُن (بنواسرائیل) کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی پیدا کرونگا۔ اور اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالونگا اور جو کچھ مَیں اسے فرماؤں گا۔ وہ سب ان سے کہیگا۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہیگا نہ سُنے گا۔ تو مَیں اس کا حساب لوں گا۔" (استثناء ۱۸/۱۸)

(۳) "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا رُوح آئیگا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ لیکن جو کچھ سُنیگا وہی کہیگا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا۔" (یوحنا ۱۶/۱۲تا۱۳)

ان حوالجات سے عیاں ہے۔ کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ "وہ تجھ سا ایک نبی تیرے بھائیوں میں سے برپا کریگا۔" یعنی بنی اسرائیل حضرت اسحاقؑ کی اولاد سے ہیں۔ اور اسحاقؑ کا دوسرا بھائی اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ تھا۔ اس لئے مثیل موسیٰؑ اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہونا چاہیئے تھا۔ عیسائی صاحبان کا یہ کہنا کہ مسیحؑ وہ نبیؐ ہے کئی وجہ سے غلط ہے۔ اول اس لحاظ سے کہ انجیل میں بھی اس نبی کی آمد کا انتظار ہنوز باقی ہے جیسا کہ مندرجہ حوالہ سے ظاہر ہے۔ دوم اس لحاظ سے کہ مسیحؑ اور وہ نبیؐ دو الگ الگ وجود ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یوحنا جو مسیحؑ سے پہلے مبعوث ہوئے تھے۔ یہودیوں نے اُن سے سوال کیا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا "مَیں مسیحؑ نہیں ہوں" انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے۔ کیا تو ایلیا ہے؟ اس نے کہا مَیں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبیؐ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں" (یوحنا ۱/۲) اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہود کو تین نبیوں کا انتظار تھا۔ مسیحؑ کا ایلیاؑ نبی کا۔ اور وہ نبیؐ کا۔ اس لئے مسیحؑ وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ ایلیاؑ اور مسیحؑ آچکے ہیں۔ اب ضروری ہے۔ کہ وُہ نبی بھی آئے؛

وُہ نبی کب پیدا ہوگا؟ "ضرور ہے۔ کہ وہ (یسوع) آسمان میں اسوقت تک رہے جبتک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کیجائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک رسولوں کی زبانی کیا۔ جو دُنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰؑ نے کہا۔ کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی برپا کریگا جو کچھ وہ تم سے کہیگا۔ اسکی سُننا اور ایسا ہوگا۔ کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سُنیگا۔ اُمت میں سے نیست و نابود کردیا جائیگا۔ بلکہ سموئیل سے لیکر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے باتیں کہیں سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے۔" (اعمال ۳/۲۱تا۲۵)

اس حوالے سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ نبی مسیح کے بعد پیدا ہوگا۔ اور مسیح کے دوبارہ آنے سے پہلے پہلے اس نبی کا آنا جو مثیل موسیٰ ہو۔ اور صاحب شریعت ہو۔ ضروری ہے ؎

مسیح کا آسمان سے آنا۔ ایسا ہی ہے۔ جیسے ایلیاء کا آسمان سے یوحنا کے وجود میں ظاہر ہونا۔ چنانچہ مسیح کا اپنا فیصلہ موجود ہے کہ الیاس کے آسمان سے اترنے کی پیشگوئی تھی جو یوحنا میں پوری ہوئی۔ ملاحظہ ہو متی باب ۱۱ آیت ۱۴۔ اور متی ۱۹/۲۸ میں ابن آدم نئی پیدائش میں لکھا ہے یعنی پیدا ہوگا۔

(۳) "خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں۔ اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں۔ اور تیری باتوں کو مانیں گے۔" (استثناء ۳۳/۲تا۴)

اس حوالے میں ایک نبی کی آمد مذکور ہے۔ جس کا مقام فاران پہاڑ بتایا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کوہ فاران کہاں ہے۔ سو بائیبل ناطق فیصلہ کرتی ہے۔ کہ یہ پہاڑ اس جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ اپنی زوجہ ہاجرہ اور اپنے پیارے بیٹے اسمٰعیلؑ کو چھوڑ گئے تھے۔ جہاں بعد میں خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور مکّہ نام ہوا۔ بائیبل کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا اور تیر انداز ہوگیا۔ اور وہ **فاران کے بیابان** میں رہا۔ اور اس کی ماں (ہاجرہ) نے ملک مصر سے اس کو بیاہنے کو ایک عورت لی۔" (پیدائش ۲۱/۲۰-۲۱) "اسکو شریعت دیجائیگی"

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو قرآن مجید دیا گیا۔ اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکّہ فتح کیا۔ خدا نے تمام مومنوں کی مدد اپنے ذمّے لی۔ اس لئے وہ سب اس کے قبضے میں ہیں۔ اور "اسکی سنتے ہیں۔"

یسوع کہتا ہے "میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئیگا۔ لیکن اگر جاؤں گا۔ تو تمہارے پاس اسے بھیجدونگا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھیرائیگا۔" (یوحنا ۱۶/۷-۸)

اب سوال یہ ہے کہ مسیحؑ کو جو وہ نبی کا مصداق خیال کیا جاتا ہے۔ کیا وہ شریعت لایا تھا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیونکہ انجیل کہتی ہے۔ "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔" (گلیتوں ۳/۱۳) اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ شریعت سے چھڑوانے آیا تھا۔ لیکن یہ بھی غلط ہے۔ کہ وہ شریعت کی لعنت سے چھڑانے کیلئے آیا۔ کیونکہ اس نے ایک صاحب شریعت نبی کی آمد کی خبر دی ہے۔ جیسا کہ ناظرین ملاحظہ فرما چکے۔ مزید برآں ایک۔ اور حوالہ ہے۔ کہ:۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ سچائی کا روح آئیگا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اسلئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہیگا۔ بلکہ جو کچھ سنیگا وہی کہیگا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبر دیگا۔" (یوحنا ۱۶/۱۲-۱۳)

اس سے ظاہر ہے کہ یسوع مسیح کو خود تسلیم ہے کہ اسکی تعلیم مکمّل نہیں۔ کامل تعلیم لانیوالا وہ سچائی کا روح ہے جو فاران کی چوٹیوں سے مبعوث ہوگا۔ اور وُہی کہیگا۔ جو خدا کی وحی سے سنے گا ؎

قرآنی کمالات کا نمونہ

وکل العلم فی القراٰن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

ابتدائے آفرینش سے لیکر نبی کریمؐ تک جس قدر بھی نبی اور رسول دنیا میں آتے رہے وہ ایک خاص وقت اور خاص قوم کے لئے آئے۔ اس لئے ان کو جو شریعت اور کتاب ملتی رہی وہ بھی ان کی خاص وقتی ضروریات کو ہی پورا کرتی تھی۔ مگر جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا اور ان کے حالات بدلتے گئے اس کے مطابق ان کی شریعت اور احکام بھی بدلتے گئے یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فداہ وابی وامی کا زمانہ آیا۔ چونکہ آپؐ کے زمانہ میں انسانی ترقی اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی اس لئے وہ شخص جس پر شریعت نازل کی گئی وہ بھی ہر رنگ میں کامل بلکہ اکمل تھا اور جو شریعت اسے دی گئی وہ بھی ہر رنگ میں کامل تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ یعنی اگر پہلی کتابیں ایک پھول ہیں تو یہ ایک پھلواڑی ہے جس میں ہر رنگ کے پھول پائے جاتے ہیں اور جو جو خوبیاں فرداً فرداً دوسری کتابوں میں پائی جاتی ہیں وہ اس میں یکجا طور پر پائی جاتی ہیں۔ غرضیکہ قرآن مجید باقی تمام الہامی کتابوں سے افضل و اکمل ہے۔ یہ فتح و ظفر کی کلید ہے اور علوم روحانی کا خزانہ ہے۔ نیز صداقت ہے اور آئینہ حق نما ہے اس کا حرف حرف اپنے اندر ایک اعجاز رکھتا ہے اس کے اندر ایک برقی طاقت ہے جو ایکدم میں خرمن شہوات کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ یہ ایک شیریں چشمہ ہے جو پیاسوں کی پیاس کو بجھاتا ہے یہ ایک آسمانی شہد ہے جو خدائے بزرگ و برتر کی وحی سے لیا گیا ہے اس میں ہر مرض کا علاج شافی ہے یہ بیقراروں کے لئے باعث تسکین ہے کمزوروں کا سہارا ہے یہ ایک نور ہے جو دلوں کی تاریکیوں کو منور کر دیتا ہے اور ان کو معرفت الٰہی سے بھر دیتا ہے یہ انوار و برکات کا بحر ناپیدا کنار ہے اس کی خوبیاں لاانتہاء ہیں اور اس کے کمالات بے شمار ہیں مگر میں بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کرتا ہوں۔ جس سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہو جائیگا کہ قرآن کریم باقی الہامی کتابوں سے ہر رنگ میں افضل و اکمل ہے۔

۱۔ مثلاً پہلی خوبی جو قرآن مجید میں پائی جاتی ہے وہ شفاء لما فی الصدور ہے یعنی انسانی فطرت میں آخرت و خدا اور مذہبیات کے متعلق جو شکوک پیدا ہوتے ہیں ان کو یہ کتاب کلی طور پر

دُور کر دیتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جہاں کہیں قرآن پاک کوئی دعویٰ پیش کرتا ہے وہیں ساتھ ہی اس کی دلیل بھی بیان کر دیتا ہے مثلاً فرمایا کہ لا تقربوا الزنا تو ساتھ ہی دلیل بھی دیدی کہ انہ کان فاحشة وساء سبیلا۔ یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی میں دعویٰ پیش کیا تو ساتھ ہی دلیل بھی دیدی کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کہ اگر رُوح حادث نہ ہوتی بلکہ قدیم ہوتی تو تم کو علم کثیر دیا جاتا علم قلیل نہ دیا جاتا تمہارے علم کا قلیل ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ رُوح حادث ہے قدیم نہیں ؞

۲- دوم فرمایا کہ لا ریب فیہ یعنی اس میں خیالی باتوں کو پیش نہیں کیا گیا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن کریم نے جس قدر مواعید اپنے متبعین اور جس قدر دھمکیاں اپنے منکرین کو دی ہیں وہ اگر تمام کی تمام آخرت کے متعلق ہوتیں تو بہت ممکن تھا کہ ایک شخص کہہ سکتا کہ اس کا نتیجہ یقینی نہیں۔ لیکن قرآن مجید نے جہاں جہاں تبشیر و انذار کیا ہے وہاں وہاں دنیا میں بھی اپنے متبعین کی کامیابی اور مخالفین کی شکست کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعة موعدھم والساعة ادھیٰ وامرّ نیز فرمایا مما خطیئاتھم اغرقوا فادخلوا النار نیز فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان ان تینوں آیتوں میں دنیا کو بھی ساتھ رکھا تاکہ یقین کامل ہو جاوے کہ آخرت بھی ضرور ہوگی۔ پس قرآن مجید کا یہ بڑا بھاری کمال ہے کہ اس کا کوئی وعدہ اور وعید خیالی نہیں ؞

۳- تیسرا کمال اخبار عن الغیب ہے جیسا کہ فرمایا غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔ یہ اس وقت فرمایا جبکہ ابھی وہم و گمان بھی نہ تھا کہ روم بھی غالب آجاوینگے۔ نیز فرمایا ان الذی فرض علیك القرآن لرادّك الی معاد یہ اسوقت فرمایا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکّہ سے نکال دیا گیا۔ اور یہ بات وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر دوبارہ مکّہ میں داخل بھی ہونگے۔ نیز فرمایا واللہ یعصمك من الناس اور اسی طرح سینکڑوں وہ پیشینگوئیاں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے زمانہ میں پوری ہوئیں اور پوری ہونگی۔ مثلاً کتابوں کا کثرت سے پھیل جانا اونٹوں سے سعی کا کام نہ لیا جانا۔ چاند اور سورج کا رمضان کے مہینے میں گرہن لگنا باریک سے باریک باتوں کا معلوم ہو جانا وحشیوں کا ایک جگہ پر اکٹھے کئے جانا زندہ در گور لڑکیوں کے متعلق پوچھے جانا۔ شہب ثاقب کا گرنا وغیرہ وغیرہ سینکڑوں پیشینگوئیاں قرآن مجید پائی جاتی ہیں ؞

دُور کر دیتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جہاں کہیں قرآن پاک کوئی دعویٰ پیش کرتا ہے وہیں ساتھ ہی اس کی دلیل بھی بیان کر دیتا ہے مثلاً فرمایا کہ لا تقربوا الزنا تو ساتھ ہی دلیل بھی دیدی کہ انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔ یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی میں دعویٰ پیش کیا تو ساتھ ہی دلیل بھی دیدی کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کہ اگر رُوح حادث نہ ہوتی بلکہ قدیم ہوتی تو تم کو علم کثیر دیا جاتا علم قلیل نہ دیا جاتا تمھارے علم کا قلیل ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ رُوح حادث ہے قدیم نہیں ؛

۲۔ دوم فرمایا کہ لا ریب فیه یعنی اس میں خیالی باتوں کو پیش نہیں کیا گیا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن کریم نے جس قدر مواعید اپنے متبعین اور جس قدر دھمکیاں اپنے منکرین کو دی ہیں وہ اگر تمام کی تمام آخرت کے متعلق ہوتیں تو بہت ممکن تھا کہ ایک شخص کہہ سکتا کہ اس کا نتیجہ یقینی نہیں۔ لیکن قرآن مجید نے جہاں جہاں تبشیر و انذار کیا ہے وہاں وہاں دنیا میں بھی اپنے متبعین کی کامیابی اور مخالفین کی شکست کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا سیھزم الجمع و یولون الدبر بل الساعۃ موعدھم والساعۃ اَدْھٰی وَاَمَرّ نیز فرمایا مما خطیئاتھم اغرقوا فادخلوا النار نیز فرمایا ولمن خاف مقام ربه جنتان ان تینوں آیتوں میں دنیا کو بھی ساتھ رکھا تاکہ یقین کامل ہو جاوے کہ آخرت بھی ضرور ہوگی۔ پس قرآن مجید کا یہ بڑا بھاری کمال ہے کہ اس کا کوئی وعدہ اور وعید خیالی نہیں ؛

۳۔ تیسرا کمال اخبار عن الغیب ہے جیسا کہ فرمایا غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔ یہ اس وقت فرمایا جبکہ ابھی وہم و گمان بھی نہ تھا کہ روم بھی غالب آجاوینگے۔ نیز فرمایا ان الذی فرض علیك القراٰن لرادّك الی معاد یہ اسوقت فرمایا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مکّہ سے نکال دیا گیا۔ اور یہ بات وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پھر دوبارہ مکّہ میں داخل بھی ہونگے۔ نیز فرمایا واللہ یعصمك من الناس اور اسی طرح سینکڑوں وہ پیشینگوئیاں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں پوری ہوئیں اور پوری ہونگی۔ مثلاً کتابوں کا کثرت سے پھیل جانا اونٹوں سے سعی کا کام نہ لیا جانا۔ چاند اور سورج کا رمضان کے مہینے میں گرہن لگنا باریک سے باریک باتوں کا معلوم ہو جانا وحشیوں کا ایک جگہ پر اکٹھے کئے جانا زندہ درگور لڑکیوں کے متعلق پوچھے جانا۔ شہب ثاقب کا گرنا وغیرہ وغیرہ سینکڑوں پیشینگوئیاں قرآن مجید پائی جاتی ہیں ؛

یہ نہ تو شعر ہے کہ وزن میں تکلّف ہو نہ محض نثر ہے کہ یاد کرنا دشوار ہو بلکہ بین بین ایک بےمثل کلام ہے اس لئے دنیا کی کوئی کتاب سوائے قرآن کریم کے حفظ نہیں کی جاتی مگر اس کو لوگ بکثرت حفظ کرتے ہیں ؂

۸ - آٹھواں کمال اس قرآن مجید کا یہ ہے کہ جس مسئلہ کو لیتا ہے اس کے دونو پہلوؤں کو بیان کرکے پورا کر دیتا ہے مثلاً توریت میں انتقام پر زور ہے تو انجیل میں عفو پر۔ لیکن قرآن مجید نے فرمایا وجزاء سیئة سیئة مثلہا یہ ایک پہلو تھا تکمیل کے لئے فرمایا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ نیز فرمایا تلک الدار الاٰخرة نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض تکمیل کے لئے فرمایا ولا فسادًا نیز فرمایا نبّیء عبادی انی انا الغفور الرحیم تکمیل کے لئے فرمایا وان عذابی ھو العذاب الالیم دلیل میں فرمایا ونبئھم عن ضیف ابراھیم۔ اسی طرح لا تجعل یدك مغلولة الی عنقك تکمیل کے لئے فرمایا ولا تبسطھا کل البسط دلیل دی فتقعد ملوما محسورا۔ غرض قرآن کریم کا یہ عام قاعدہ ہے کہ جس مطلب پر بھی زور دیتا ہے ساتھ ہی افراط سے بچانے کے لئے دوسرے پہلو کا بھی ذکر دیتا ہے۔ یہ ایک بھاری کمال ہے جو اس کتاب میں پایا جاتا ہے ؂

۹ - نواں کمال اس کتاب کا یہ ہے کہ اس کی مثال اور نظیر کوئی نہیں بنا سکتا جیسا کہ فرمایا قل ان کنتم فی ریب ممّا نزّلنا علیٰ عبدنا فأتوا بسورة من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین نیز فرمایا لو اجتمعت الجن والانس علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القراٰن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ یعنی قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کی نظیر اور مثال انسان تو الگ رہے جن و انس مل کر بھی کوشش کریں تو نہیں بنا سکتے ؂

۱۰ - دسواں کمال قرآن مجید کا یہ ہے کہ وہ سارے جہان اور قیامت تک کیلئے ہے جیسا کہ فرمایا ولقد ارسلناك کافة للناس بشیرا ونذیرا مگر باقی سب کتابیں ایک خاص وقت اور خاص زمانہ کے لئے تھیں اور یہ فخر صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی حاصل ہے کہ آپ تمام جہان کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ تلك عشرة کاملة ؂

ان بطور نمونہ چند کمالات کے علاوہ ہزاروں اور کمالات خدا تعالیٰ کی اس بزرگ کتاب میں پائے جاتے ہیں مگر میں اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے بس کرتا ہوں وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ؂

خاکسار نعمت اللہ

الجہاد فی الاسلام

اسلام کو غلط طور پر پیش کر کے اس کو بہت ذلیل و رسوا کیا گیا ہے۔ اس میں اگر ایک طرف غیر مسلموں کے عناد کا ہاتھ ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کی نادانی و بے علمی کا، اگر اس کے دشمنوں نے دیدہ دانستہ اس کے اصول و عقائد کو رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کیا ہے تو بعض علوم اسلامی کے ماہرین نے اس کی طرف ایسے عقائد منسوب کر کے اسکو دنیا کی نظروں میں سے گرا دیا ہے جو اس کی روح اور روایات کے بالکل منافی اور اس اقلیم میں اجنبی کا حکم رکھتے ہیں۔ ان خیالات و معتقدات میں سے جو غلط طور پر پیش کئے گئے ہیں جہاد کا مسئلہ عیسائی واعظین و مصنّفین کا مستقل تختۂ مشق رہا ہے۔ اور اس جہت میں ان کا پروپیگنڈا اس درجہ مؤثر ثابت ہؤا ہے کہ مغرب کے لوگ اس کو ایک جنگی مذہب کے سوا جو کسی اور خیال و مذہب کا روادار ہو ہی نہیں سکتا اور کچھ سمجھ نہیں سکتے، اور بعض نے یہاں تک کہدیا ہے کہ "بہ زور شمشیر اسلام کی اشاعت کرنا ایک مذہبی فریضہ ہے جو مسلمانوں پر عائد کیا گیا ہے[1]"۔

بعض عیسائی مصنفین نے جن کی قابلیت و علمیت مسلّم ہے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ جہاد "ایک مذہبی فریضہ ہے جو قرآن نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متبعین پر ان لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کو عائد کیا ہے جو اسلام کے اصول و قوانین کو قبول نہیں کرتے[2]"

اپنے اس بیان کی تائید میں کہ عیسائی مصنّفین کا یہ بے بنیاد خیال محض اتفاقی امر نہیں بلکہ نہایت ہی سنجیدگی سے وہ دیدہ و دانستہ اس کی اشاعت کرتے ہیں مَیں مذکورہ بالا دو کتب کے حوالجات پیش کرونگا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے (ایڈیشن ۱۹۱۱ء) میں "اسلامی ادارہ" کے زیر عنوان جو مضمون شائع ہؤا ہے اس کا مصنّف جہاد کے متعلق لکھتا ہے :-

"مسلمانوں کو صریح حکم ہے کہ کفار کو قبول اسلام کی دعوت دو اور اہل کتاب جو مشرک نہیں ہیں وہ یا تو مسلمان ہو جائیں، یا مسلمانوں کی حکومت کو تسلیم کر کے

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام
[2] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا۔

ان سے اپنی جان و مال کی حفاظت کا معاہدہ کریں یا پھر جنگ کے لئے تیار ہوں۔
اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کی اور ان کے بال بچوں کی جانیں اور ان کے اموال
محفوظ ہو کر سلامت ہونگے۔ اور وہ اسوقت سے اسلامی حکومت کا ایک جزء تصوّر
کئے جائینگے یا اگر وہ ہتھیار ڈال دیں اور مسلمانوں سے معاہدہ کرلیں تو انہیں جزیہ
ادا کرنا ہوگا جس سے ان کی ذاتی حفاظت کا سامان بہم پہنچایا جائیگا۔ لیکن سماج
میں ان کی حیثیت یقیناً نیچ کی ہوگی۔ وہ شہریت کے حقوق سے محروم محض ذمی ہونگے
اور اگر وہ جنگ پر امادہ ہوں تو پھر توبہ کا دروازہ کھلا ہے خواہ افواج آمنے سامنے
ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن شکست کے بعد وہ زندگی کے حقدار نہیں ہونگے۔ ان کی
عورتیں غلام بنائی جائیں گی اور ان کے مال ضبط ہو جائینگے۔ مرتد کی سزا موت
ہوگی۔"

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں "جہاد" کا مصنّف محولہ بالا خیالات کا تتمّہ یوں لکھتا ہے:۔
"قرآن کی مکّی سورتوں میں مصیبت کے وقت صبر کی تلقین کی گئی ہے" کوئی اور راہ تھی نہیں
لیکن مدنی سورتوں میں حملوں کے جواب کا حق دیا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ مکہ کے دشمنوں سے لڑنا
اور ان کو زیر کرنا مسلمانوں کے لئے ایک مذہبی فریضہ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ بتلانے
کے لئے کہ اسلامی جہاد کا یہ غلط نظریہ بہت وسعت رکھتا ہے۔ ہم دو اور عیسائی مستند
مصنّفین کے حوالجات درج کرتے ہیں:۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سب سے بڑا قصور اور اہم غلطی جو ہم پاتے ہیں وہ
یہ ہے کہ آپ نے اپنے مذہبی عقائد کے پھیلانے میں زور شمشیر سے کام لیا ہے۔
اور درست و روا مقصد کے حصول کیلئے عاصیانہ ذرائع اختیار کئے ہیں۔" سے۱

"جہاد۔ جو کافروں کو مسلمان بنانے یا انکار کی صورت میں انہیں مغلوب و مقہور کرنے،
اسلام کی اشاعت اور دوسرے تمام ادیان پر اس کی برتری کو ثابت کرنے کے لئے
جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ مسلمانوں کے لئے ایک مقدّس مذہبی فریضہ تصوّر
کیا جاتا ہے۔" سے۲

سے۱ Beacon Light of History.
سے۲ Klein's the Religion of Islam.

تاریخ کا تاریک رُخ

یہ اقتباسات جن اتہامات اور الزامات کو متضمن ہیں وہ تو بعد میں زیر بحث آئینگے جب تفصیلاً انپر نظر کی جائیگی۔ لیکن کیا اس موقعہ پر ہم قرآن مجید اور تاریخ اسلام کے ان دیانت دار اور متدین مطالعہ کرنے والوں سے دریافت کر سکتے ہیں کہ اسلام کی آنکھ کا تنکہ دیکھنے سے پہلے (اگر اسے پایا بھی جا سکے) کبھی اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھنے کی تکلیف بھی انہوں نے گوارا فرمائی ہے؟ اس مذہب کے متبعین کی زبان سے یہ اعتراضات نہیں سجتے جس کا بانی "امن قائم کرنے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا" تھا۔ (متی باب ۱۰ آیت ۳۴) اور جس کے پاپاؤں اور اسقفوں نے اپنے معصوم و بے یارو مددگار ہم مذہبوں کو صرف اس جرم کی پاداش میں زندہ جلا دیا تباہ و برباد کر دیا کہ وہ غریب کسی طرح بھی خود کو اس بات پر مطمئن نہ کر سکے کہ بعض اصولی نکات کے ماننے میں ارباب کلیسیا کی کامل متابعت کریں۔ اور جن کے ہاں دوسرے مذاہب کے مطیع کسی بھی رحم و کرم کے مستحق نہیں سمجھے گئے[1]۔ اور جو اپنے تُند و تیز احساسات کے ساتھ کسی انسان کی ہلاکت و بربادی پر صرف اس لئے مستعد ہو جاتے ہیں کہ اسکی روح کو قصاص ابدی سے بچا سکیں اور جن کے غیظ و غضب کا بے پرد بال نخچیر اپنی موت کے بعد بھی نہیں بچ سکتا، بلکہ انکی تندیاں اپنے بے پرد بال نخچیر کو اس کی موت کے بعد بھی تلاش کرتی ہیں[2]۔

---

[1] مسیحیوں کے خدا کی قربان گاہ پر اسکے غلطی خوردہ پرستاروں نے ایک خون آشام قربانی چڑھائی۔ مقابلہ کی کوشش انہیں مشتعل تو کر سکتی تھی لیکن بوڑھوں بچوں اور عورتوں کا خیال انکے بے پناہ نہ دب سکنے والے غیظ و غضب کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا تھا تین دن متواتر وہ بے دردانہ قتل و غارت میں مصروف رہے لاتعداد نعشوں کے تعفن نے وبائی امراض پیدا کر دیں۔ جب ستر ہزار مسلمان تلوار کے گھاٹ اُتر چکے۔ بے حضر یہود اپنی عباد نگاہوں میں نذر آتش ہو چکے تو پسماندہ جانیں جو بہت بڑی تعداد پر مشتمل تھیں، جارحین کے بعض مفاد اور خود اپنی کمزوری کی وجہ سے غلامی پر مجبور کی گئیں ؂

[2] "مجلس مقدس" کے عتاب سے ملحدین کو موت بھی پناہ نہیں دے سکی ... ... موت کے بعد سزا کا دستور رومیوں کے لئے کوئی نئی چیز نہ تھی، وہ ملزم جو غداری کے مجرم ٹھیرتے تھے انپر اس کا اجرا ہوتا تھا۔ جائیدادیں ضبط ہوتی تھیں، ورثا کو تباہ و برباد کر دیا جاتا تھا۔ الحاد و غداری کے درمیان پاپائے مقدس الثالث کی قائم کردہ مماثلت نے مجلس مقدس کو یہ جرأت دلائی کہ مُردہ ملحدین کو بھی زندوں کی طرح سزا دیں۔ وہ ان معتوبین میں شمار کیے جاتے تھے جو سزا سے بچ نکلتے تھے اور اسی کے مطابق ان سے سلوک ہوتا تھا۔ مال و اسباب ضبط ہوتے لاشیں قبروں سے اکھیڑی جاتیں اور یہ کارروائی مذہبی رسوم کی سی سنجیدگی کے ساتھ عمل میں لائی جاتیں، خستہ ہڈیوں اور خوردہ اجسام کو گاجوں باجوں کے ساتھ سڑکوں پر گشت کرایا جاتا پھر چتا پر رکھ کر انہیں نذر آتش کیا جاتا، مُردوں کے اسماء مشتہر ہوتے اور زندوں کو اس انجام سے عبرت دلائی جاتی ؂

مسیحی منّاد کو اس وقت تو لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی جب مؤکد و موثق عہود و مواعید کے علی الرغم خود "پاپائے مقدس" کی بستی سے اٹلی کے ہزاروں ہزار جنگ جو افریقہ کو اس لئے روانہ ہوئے کہ فضائے آسمانی سے ابی سینیا کے بے یار و مددگار حبشیوں پر انکی تباہی و بربادی کے لئے صرف اس جرم کی پاداش میں، بموں، زہریلی گیسوں اور آتش سیال کا مینہ برسادیں کہ وہ بیچارے میسولینی کے "سیاہ پوشوں" ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے مقابلہ میں تاب مقاومت نہیں رکھتے تھے، وہ لوگ جن کا تمامتر ریکارڈ اسقدر تاریک ہے، اسلام پر حرف گیر نہیں ہوسکتے ؎

چند غیر متعصب مسیحی مصنّفین

لیکن جہاں مسیحی مصنّفین کا ایک وسیع طبقہ ایسا ہے جو اسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق کچھ لکھتے وقت عدل و انصاف کے تمامتر مقتضیات کو چھوڑ بیٹھتا ہے وہاں ایسے بھی ہیں جو ان سے بہتر استعداد ذہنی اور قابلیت رکھتے ہیں اور جو واقعات کو بجنسہٖ ضبط تحریر میں لاتے ہیں اور اپنی خواہشات کو اس میں دخل انداز نہیں ہونے دیتے۔ ایسے لوگوں کے لئے تعلیمات اسلامیہ میں یہ بتلانے کے واسطے بہت کچھ ہے کہ اسلام اپنی حیرت انگیز نشر و اشاعت کے لئے کبھی اپنے متبعین کے تبر و شمشیر کا مرہون منت نہیں ہوا، بلکہ وہ اس مقصد رفیع کے حاصل کرنے کیلئے جبر و اکراہ کو حتماً ناجائز قرار دیتا ہے، اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے، اس کا پیغام کسی خاص وقت کسی خاص قوم کسی خاص ملک تک محدود نہیں اس کا بیان ہے کہ وہ تمام ملکوں اور تمام قوموں کے لئے زندگی کی تمام راہوں میں، ہر قسم کے حالات و مقتضیات کے اندر رہبری و رہنمائی کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن وہ اپنے پیغام کو دعا، اذعان و ترغیب اور ایسے ہی صلح و امنیت کے دوسرے طریقوں سے پہنچاتا ہے، اور یہ حقیقت کہ اسلام جبر و اکراہ سے نہیں بلکہ ایسے ہی امن پسندانہ ذرائع سے پھیلا ہے بہت سے غیر متعصب مسیحی مصنّفین کی طرف سے بھی تسلیم کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک ایسی شہادت درج ذیل ہے :-

"اسلامیوں پر مقدس جنگ (جہاد) صرف ایسی حالت ہی میں فرض کی گئی ہے جب اسلام پر جبر و تشدد کیا جائے علوم مذہبی کے ماہرین کی کوئی مستند توجیہ ہی اس سے مختلف کوئی اور نقطہ نگاہ پیش کرسکتی ہے۔"

"اسی طرح کی ایک غلطی ہے جو خیال کیا جائے کہ اسلام کی نشرواشاعت جبرواکراہ سے ہوئی ہے، سیاسی وسعت تو اس طریق سے بیشک حاصل کی گئی لیکن مذہبی حتماً نہیں، نومسلم بنانے کی کوشش تو کجا خلفاء نے تو مالی مفاد کے پیش نظر مفتوحین کی تبدیلی مذہب کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے"۔ ؎۱

تکوینِ ایزدی میں انسان کا مرتبہ

انسان اشرف المخلوقات ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی شکل پر پیدا کیا ہے، اور اس میں ایسی قابلیتیں ودیعت فرمائی ہیں اور اسے ایسی صفات سے متصف فرمایا ہے کہ وہ روحانی اور اخلاقی جلال و سرفرازی کے ہر ممکن ذروۂ کمال تک پہنچ سکتا ہے، زمین پر اسے نیابت الٰہی حاصل ہے۔ اور اس کی تمام مخلوقات کا وہ بادشاہ ہے، فرشتے افلاک میں اس کے لئے سجدہ کناں ہیں، زمین و آسمان، سورج، چاند و ستارے، پہاڑ، دریا، سمندر، چرند، پرند غرض تمام جاندار و بے جان مخلوق اس کے لئے مسخر اور اس کی خادم و منقاد ہے، یہ عالم صغیر ہے۔ یعنی ایک چھوٹے پیمانہ پر اس کی روح میں تمام خارجی عالم مرکوز کر دیا گیا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے گویا دنیا کی تمام موجودہ قوتوں کو کوزہ میں بند کر دیا ہے *

انسان کے متعلق یہ وہ اعلیٰ و ارفع تصوّر ہے جو رسول عربی ؐ نے دنیا کو دیا۔ آپؐ کی بعثت سے قبل انسان خدا تعالیٰ کی بیشمار مخلوقات میں سے صرف ایک معمولی مخلوق سمجھا جاتا تھا بلکہ اپنی جبلی صفات میں بھی لوگ اسے بہتوں سے کمتر گردانتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس نے چاند و سورج، حجر و شجر، نہر و دریا اور ہر ایسی چیز کی پرستش شروع کر دی جس نے اس کے دل میں خوف و ہیبت کا احساس پیدا کیا، لیکن کائنات میں انسان کے مرتبہ کے اس پہلے تصوّر میں اسلام نے آکر ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ اور اسے ایک نئی حیثیت اور نیا مرتبہ عطا کیا اور یہ مخلوقات الٰہی کا اوج منتہیٰ اور مقصود قرار پایا *

حیاتِ انسانی کی تقدیس

یہ ایک بالکل طبعی امر ہے کہ اس مذہبی کتاب نے یقیناً انسانی جان کو بے حد اہمیت اور بدرجہ غایت تقدیس دی اور آزادی ضمیر کا حق اس سے ہرگز نہیں چھینا جس نے انسان کو اتنا رفیع اسقدر بلند پایہ قرار دیا ہے تعلیمات قرآنیہ کے مطابق انسانی جان سب سے زیادہ مقدس و مصئون ہے، اور بجز ان قلیل الوقوع مواقع

؎۱ Historians' History of the world, VIII, P. 270.

کے جنکا ذکر خود قرآن مجید نے کردیا ہے کسی جان کا لینا ضائع کرنا بہت بڑی معصیت ہے انسانی جان اسقدر مقدس ومطہر ہے کہ تعلیم قرآنی کے بموجب ایک معصوم انسان کا قتل عالم انسانی کے قتل کے برابر ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ نہ صرف قرآن مجید بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انسانی جان کی تعظیم وتکریم پر بہت زور دیا ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

اکبر الکبائر الاشراك بالله وقتل النفس وعقوق الوالدین پھر حضور (فداہ ابی وامی) فرماتے ہیں :- اوّل ما یحاسب به العبد الصلوٰة واوّل ما یقضیٰ بین الناس یوم القیامة فی الدماءِ ÷

غرض صرف قاتل مفسد اور محارب اور محض زانی یہ چار ہی ایسے اشخاص ہیں جنہیں سزائے موت دی جاسکتی ہے اور وہ بھی با اختیار اور ذمہ وار حاکم کے ذریعہ، اس کے علاوہ نہ قرآن مجید اور نہ ہی حدیث وفقہ کی کسی کتاب میں اعدام نفس کی کوئی اور وجہ وعلت بیان ہوئی ہے، کتب حدیث وفقہ کی جتنی چاہے آپ ورق گردانی کرڈالئے لیکن آپکو اقوال النبی میں سے ایک قول بھی ایسا نہیں ملیگا جو قتل نفس کے بارہ میں اس حکم قرآنی کے مخالف ومناقض ہو۔ ان حالات کے پیش نظر ہم نہیں جانتے ان مسیحی مصنّفین کی کیا حیثیت ووقعت رہ جاتی ہے جو محققانہ وموثقانہ انداز میں کہتے ہیں کہ "دیکھو اسلام انسانی جان کو اتنا بے حقیقت وحقیر جانتا ہے کہ اسکے نزدیک ایک کافر کے قتل کی صرف اس لئے اجازت ہے کہ وہ فتوئ ضمیر کے خلاف اسلام قبول نہیں کرتا۔ اور یہ کہ اسلامیوں نے اپنے زمانہ عروج میں صرف اسلام یا موت ہی کی دو متبادل صورتیں پیش کیں اور انہیں صرف یہی اجازت دی کہ یا اسلام قبول کرو یا موت کے لئے تیار ہو جاؤ" مسیحی کلیسیا کی تاریخ ایسے لوگوں کی مثالوں سے معمور ہے جو صرف اس جرم کی پاداش میں بے دردانہ قتل کردئیے گئے، زندہ جلوا اور کھال کھنچوا دیئے گئے غرق کردیئے گئے بھوکے شیروں اور چیتوں کے آگے ڈلوا دیئے گئے کہ وہ بیچارے ضمیر کی آواز کی متابعت میں بعض اساسی نقاط پر عظمائے کلیسیا سے موافقت نہ کرسکنے پر مجبور ہوگئے۔ مسیحی بھیڑوں نے ان لوگوں کو جو دین عیسوی کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیرو ہوئے بلا تامل وتأسف خونخوار بھیڑیوں کی طرح موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ لیکن اسلام ہرگز کسی ایسے بُرے اور ظالمانہ جُرم کا مرتکب نہیں ہوا اور اسلامی فرمانرواؤں نے ہمیشہ اپنی غیر مُسلم رعایا کو ان کے مراسم مذہبی کی بے روک ادائیگی کی اجازت دی اور ضمیر کی کامل آزادی بخشی ÷

اسلام اور آزادی ضمیر

ضمیر کی آزادی انسان کی گرانمایہ میراث ہے۔ اور اسلام اس حقیقت کے پیش نظر کہ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے اور اس کی زندگی کو بیحد مقدس و پاکیزہ جانا ہے، اس کی اس گرانبہا متاع کے وجوب حرمت کو تسلیم کرنے سے کسی طرح پیچھے نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ مذہب جو غیر مشروط طور پر انسان کا وہ حق بھی تسلیم نہیں کرتا جس سے اسے کسی حالت میں بھی محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اسے وحشی حیوانوں کے پست مرتبہ پر لے آتا ہے۔ اور وہ مذہب جو انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض قرار دیتا ہے اس حق سے اسے محروم نہیں کرسکتا، انسان کے مقام رفیع کے محکم و استوار تخیل کے پیش نظر اسلام نے اس کے اس ناقابل تردید حق کو بھی تسلیم کیا ہے اور سختی سے اس کی حفاظت کی ہے (باقی دارد)

اسلام بغیر جبر کے پھیلا

جب محمد قاسم نے سندھ پر حملہ کیا۔ تو اس زمانہ میں پنجاب۔ سندھ اور صوبہ سرحد میں جو لوگ آباد تھے۔ وہ بدھ یا بُت پرست تھے۔ ....

. . . .

...... مسلمان صوفیا اور فقراء میں مذہبی جذبہ تھا جو شرعمل تھا۔ پرہیزگاری اور اتقا تھا اسلئے وہ بدھوں بُت پرستوں اور مسلمانوں کے مشترکہ پیر مشترکہ بزرگ اور اولیاء تسلیم کرلئے گئے۔ اور انکے اتقا کرامات اور تعلیم مقدس سے متاثر ہوکر لاکھوں آدمی مسلمان ہو گئے۔ انمیں داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ جنکا مزار مقدس لاہور میں ہے۔ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ آئے۔ خواجہ معین الدین چشتی جنکا مزار شریف اجمیر میں ہے۔ پرتھوی راج کے وقت شہاب الدین غوری کے ساتھ یہاں آئے۔ خواجہ قطب الدین کاکی جنکا مزار قطب مینارہ کے قریب پرانی دہلی میں واقع ہے۔ حضرت شمس تبریز جنکا مقبرہ ملتان میں ہے۔ وہیں شہید ہوئے بابا فرید شکر گنج بہت خدا دوست تھے۔ انکا مزار پاکپٹن میں ہے۔ سکھوں کے گرنتھ میں بھی انکا روحانی کلام بھرا ہوا ہے۔ سخی سرور۔ مخدوم۔ بہاؤالدین جہنوں کبیر۔ شاہ ولی قندھاری جنکا مزار حسن ابدال میں ہے۔ حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنکا مزار لاہور کے قریب ہے۔ جہانگیر اور شاہجہان کے عہد میں انکا بڑا زور اور شہرت تھی۔ شاہ چراغ صاحب جنکا مزار لاہور میں سشن کورٹ کے پاس ہے۔ یہ سب ایسے بزرگ اور اولیا کامل گذرے ہیں۔ کہ انکی تبلیغ۔ تلقین۔ تعلیم اور کشف و کرامات سے اسلام روز بروز ہندوستان میں ترقی کرتا گیا۔

یہ اولیاء اللہ ایسے تھے کہ انکے اخلاق حسنہ کے اثر سے ہندو خود بخود مسلمان ہوتے گئے۔ پنجاب صوبہ سرحد بلکہ سارے ہندوستان میں اب بھی ایسے مسلمان خاندان موجود ہیں۔ جنکے آباؤ اجداد ہندو تھے ٹوانہ۔ نون اور بھٹی خاندان اب تک ہندو پروہتوں اور برہمنوں کو شادی کے موقعہ پر خیرات اور دان دیتے ہیں۔ سناتن دھرم ہائی سکول لاہور کے ہیڈ ماسٹر پنڈت نرسنگھ لال اب تک ٹوانہ خاندان خاندان سے باقاعدہ دان .... وصول کرتے رہے کیونکہ وہ علاقہ سرگودہ کے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مذہبی فقراء اور درویشوں کے اثر سے بے شمار ہندو مسلمان ہوئے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام تلوار سے پھیلا وہ غلط کہتے ہیں۔ ممکن ہے بعض جگہ ایسا ہوا ہو۔ کہیں لوگ روزگار کی لالچ سے بھی مسلمان ہوئے ہوں۔ لیکن تلوار سے پھیلنے کا خیال تو قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جہاں جہاں مسلم حکومتوں کے مرکز اور پایہ تخت تھے۔ وہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہوتی۔ کیونکہ ان علاقوں میں تلوار بڑے زور اور پوری طاقت سے استعمال ہو سکتی تھی۔ اسلامی حکومتوں کے مراکز لاہور دہلی۔ آگرہ اور لکھنؤ میں ہیں۔ لیکن انکے گرد و نواح میں مسلم آبادی کم ہے۔ لاہور اور مرکزی پنجاب سکھوں سے گھرا ہوا ہے۔ دہلی کے گرد ہندو جاٹ آباد ہیں۔ لکھنؤ اور آگرہ کے گرد سارے صوبہ میں پوری ہندو آبادی ہے قدامت پسندی کی تصویر ہے۔ ان باتوں سے ظاہر ہے۔ کہ انپر تلوار نہیں چلائی گئی۔ ورنہ وہ سب کے سب مسلمان ہوتے۔ انپر آسانی سے تلوار چل سکتی تھی۔ مسلم صوفیا اور درویشوں نے اپنے روحانی تصرف، اعمال صالحہ اور پاکیزہ تعلیم سے ہندوؤں کو مسخر کرلیا تھا۔ (پیسہ اخبار)

نظریۂ ارتقاء

گذشتہ صدی میں ڈاروِن کی اِس تھیوری سے کہ انسان بندر کی نسل ہے یورپ میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا۔ اور بالخصوص مسیحی کلیسیا نے اِس کی بہت مخالفت کی۔ لیکن آہستہ آہستہ لوگ اِس میں یقین کرنے لگے۔ اور آج ہم اُسی کلیسیا کے بعض مقتدر قائدین کو بائیبل کے اُن معتقدات کو ردّ کرتے ہوئے پاتے ہیں جو نظریۂ ارتقاء کے تخالف میں ہیں۔ لیکن اگرچہ کلیسا نے ڈاروِن کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔ اور وہ اپنے اصول و نظائر کو اُس کے ساتھ منطبق کرنے کی کوشش میں ہیں تاہم سائنسدان خود ابھی اِس بات پر مطمئن نہیں ہیں کہ آیا ڈاروِن کا نظریہ حیوانی زندگی کے مضمون پر آخری حکم ہے ؂

ہم گاہ بگاہ سائنسدانوں کے متعلق سُنتے ہیں کہ وہ ڈاروِن کے اصول پر نوک جھوک کر رہے ہیں ؂

حال ہی میں مسٹر جارج ایچ بونر نے نائنٹینتھ سنچری اینڈ آفٹر میں اپنے ایک طویل مضمون میں اِس تھیوری کا مضحکہ اُڑاتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

نظریہ ارتقاء غیر سائنٹفک ہے

"نظریہ ارتقاء کے سلسلہ میں بڑا سوال یہ ہے کہ آیا یہ سائینٹفک ہے یا نہیں۔ اگر یہ سائنٹفک ہے تو اِس کو تجربہ کے قابل ہونا چاہیئے۔ نظائر اور اعمال کو جن انسانی طریق سے پرکھا جاسکتا ہے وہ مشاہدہ۔ تجربہ۔ روایت۔ منطق اور وجدانی شعور ہیں ؂

اگر ارتقاء کے یہ معنی ہیں کہ انسان کے آباؤ اجداد حیوان تھے تو کم از کم مشاہدہ سے اس بات کا ثبوت ملنا چاہیئے۔ حیوان سے انسان بننے کی کوئی حقیقی مثال ہونی چاہیئے ؂

اگر ارتقاء کا ثبوت تجربہ مل سکے تو کوئی انسانی تجربہ میں مثال ہونی چاہیئے کہ کسی اعلیٰ و افضل جاندار کی پیدائش کسی ادنیٰ درجہ کے جانور سے ہوتی ہو۔ اور اِس فعل کی تمام وجوہات بھی قابل تجربہ ہوں ؂

اگر ارتقاء کسی روایت کے مطابق ہُوا ہو تو اس بات کا تاریخی ثبوت ہونا چاہیئے کہ انسان نے ترقی کرتے کرتے یہ سب مدارج طے کرلئے ؂

اگر ارتقاء منطق کے مطابق ہے تو وہ تمام ذرائع اور مدارج ظاہر کرنے چاہئیں جو دماغ میں اس نظریہ پر پہنچنے کے لئے پیدا ہوئے۔

جہاں تک وجدانی شعور کا تعلق ہے یہ بات کہ نظریہ ارتقاء کا لازمی نتیجہ مادیت اور انکار الوہیت ہے۔ صاف ظاہر ہے اور تلاشِ لامتناہیت، اور انسانی روح کا اپنی فنا کے متعلق اندرونی علم اس نظریہ کی حمایت میں نہیں ہے۔"

ڈاکٹر آسٹن کلارک کی رائے

مسٹر بونز کی دیگر سائنسدانوں نے بھی حمایت کی ہے۔ لٹریری ڈائجسٹ نے ڈاکٹر آسٹن کلارک ماہر علم الحیوانات سمتھ سونین انسٹی ٹیوشن (امریکہ) کی رائے درج کی ہے جس نے سائنسدانوں کے حلقہ میں ایک ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ ڈائجسٹ رقمطراز ہے کہ ڈاکٹر آسٹن نے اعلان کیا ہے کہ انسان بندروں کا چچازاد بھائی نہیں بلکہ وہ ایک نئی مخلوق ہے ایک "غیر معمولی چیز" ہے اور عملی طور پر ایک خاص مخلوق کی پیداوار ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنی رائے سہ ماہی ریویو آف بیالوجی میں یوں درج کی ہے:۔

"جہاں تک بڑے جانداروں کے فریق کا تعلق ہے اُس کے متعلق حامیانِ مخلوق کی رائے زیادہ وقیع معلوم ہوتی ہے۔ اس بات کا کوئی بھی ثبوت نہیں کہ بڑے جانداروں کا فریق کسی اور جاندار سے پیدا ہوا ہو۔ اِن میں سے ہر جاندار ایک مخصوص مجموعۂ پیچیدگی ہے اور اپنی قسم کے دیگر جانداروں سے بہت مماثلت رکھتا ہے اس لئے ایک خاص اور بدیہی مخلوق ہے"

ڈاکٹر کلارک کے یقین کے مطابق انسان برف کے زمانہ سے ذرا قبل پیدا ہوا اور وہ اسی حالت میں فوری طور پر معرضِ وجود میں آیا جس حالت میں کہ وہ آجکل پایا جاتا ہے اِس بات کا کوئی بھی ثبوت نہیں کہ وہ زمانۂ مذکور سے قبل بھی موجود تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس وقت بھی چل سکتا تھا۔ سوچ سکتا تھا اور اپنی مدافعت کر سکتا تھا۔

ڈاکٹر کلارک کا خیال ہے کہ کوئی "گم شدہ حلقہ" نہیں تھا۔ "گمشدہ حلقوں" کے متعلق اُس کا خیال ہے کہ وہ غلط بیانی ہے"

قرآن مجید اور نظریۂ ارتقاء

قرآن مجید ڈارون کے نظریہ کی حمایت نہیں کرتا۔ بلکہ اُس کا خیال ہے کہ دُنیا آہستہ آہستہ

اور بتدریجی طور پر معرضِ وقوع میں آئی۔ قرآن کے مطابق تمام وہ اشیاء جو آج ہم دیکھتے ہیں اُنکی تخلیق ایک ہی دن میں نہیں ہوئی۔ بلکہ اُن کا ارتقاء آہستہ آہستہ ہُوا۔ چھوٹے چھوٹے جاندار سب سے پہلے نمودار ہوئے۔ پھر بڑے بڑے جانداروں کی باری آئی۔ لیکن یہ دونو قسم کے جاندار علیحدہ علیحدہ موجود تھے۔ یہ نہیں ایک دوسرے جانور سے پیدا ہُوا۔ اُن کے ارتقاء سے قرآن کا یہ مطلب ہے کہ وہ آہستہ آہستہ معرضِ وقوع میں آئے یہ نہیں کہ وہ ایکدوسرے سے پیدا ہوئے کوئی ادنیٰ جانور انسان نہیں بنا۔ انسان انسان ہی سے بنا اور بندر بندر سے اور کُتا کُتے سے وعلیٰ ہذا القیاس ؛

نظریۂ ارتقاء اور ہستی باری تعالیٰ

حامیانِ ارتقاء کا خیال ہے کہ ادنیٰ جاندار اعلیٰ جاندار بن گئے اور اِس کے دوش بدوش اُن کی ذہنی قوتیں بھی بڑھتی گئیں حتّٰی کہ وہ انسان بن گئے۔ پھر اِس منزل پر اُن کی جسمانی ترقی تو رُک گئی۔ لیکن ذہنی ترقی جاری ہے ؛

حامیانِ ارتقاء کے اِس خیال سے (اگرچہ یہ خیال غلط ہے) خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ اگر تمام چیزیں ارتقاء کا نتیجہ ہوتیں تو انسان کا جسم بھی اپنے ذہن کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہتا اور اِس وقت تک انسان کسی اور صورت میں تبدیل ہو چکا ہوتا۔ لیکن جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں انسان کے جسم میں اب کوئی ترقی نہیں ہوتی لیکن رُوح کی ترقی کے سامان ہو رہے ہیں۔ کیا یہ خیال کرنا قرینِ دانشمندی ہے کہ قدرت کسی چیز کا ارادہ کرے اور حصولِ مقصد سے پھر رک جائے۔ نہیں بلکہ کوئی آغاز کرنے والا ہونا چاہیئے جس نے انسانی ارتقاء کو ایک جگہ آکر ختم کر دیا کیونکہ وہاں اُس کا مجوّزہ مقصد پورا ہو جاتا تھا ؛

اگر انسان قدرتی قوانین کے ماتحت ---- بندر سے پیدا ہُوا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اُس کا بچپن بندر کے بچپن کی طرح زیادہ چھوٹا نہیں؟ وہ پیدا ہوتے ہی چلنے کیوں نہیں لگ جاتا؟ وہ اپنی حفاظت اور دفاع وغیرہ کے سامان کرنا چھ سات مہینے یا سال دو سال میں ہی کیوں نہیں سیکھ جاتا؟ وہ کیوں ۱۴/۱۵ برس تک ماں باپ کی امداد کا طلبگار رہے؟ اِس تغیّر کی کیا وجہ ہے؟ اِس کو یقیناً ارتقاء کے قوانین کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ ارتقاء نہیں۔ یہ تو انزال ہے ؛

کہا جا سکتا ہے کہ مختلف قسم کی خوراک کھانے کے لئے انسانی دانت موجودہ قسم کے ہونے چاہیئیں۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ انسان کو بیٹھنا ہوتا ہے اس لئے اُس کی دُم غائب ہو گئی۔

اور اُس کی اُنگلیاں بھی تبدیل ہو گئیں کیونکہ اُس نے مختلف قسم کے کام کرنے تھے۔ لیکن کوئی وجہ اِس کے لئے بیان نہیں کی جاسکتی کہ انسان کا بچپن کیوں لمبا کر دیا گیا۔ زمانۂ بچپن کے اِس ایزاد کی وجہ سوائے خدا تعالیٰ کی حکمت کے اور کوئی بیان نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ علیم و خبیر ہے اور حکمت والا ہے اِس لئے اُس نے بعض ایسی وجوہ سے انسان کا بچپن لمبا رکھا جن کو ہم یہاں بیان نہیں کر سکتے ؞

بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ انسانی بچہ کو حیوان کی نسبت علم حاصل کرنے کے لئے زیادہ وقت درکار ہے اس لئے اُس کا بچپن لمبا کر دیا گیا۔ لیکن یہ دلیل بھی حامیانِ ارتقاء کے خلاف ہے۔ اور اُن کی حمایت میں نہیں۔ کیونکہ ارتقاء والوں کے خیال کے موجب انسانی بچّہ کو ادنیٰ جانداروں کی نسبت زیادہ جلدی علم حاصل کر لینا چاہیئے کیونکہ وہ جسمانی اور ذہنی دونو طور پر ترقی یافتہ ہے۔ لیکن معاملہ بالکل برعکس ہے ؞

پس یہ حقیقت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم جانداروں کی زندگیوں کی مختلف حالتوں اور شکلوں کو قدرتی قوانین سے منسوب نہ کریں بلکہ اُس علیم و خبیر عالم الغیب ہستی کی مرضی سے منسوب کریں جس نے یہ کچھ ایک ارادہ اور تنظیم کے مطابق کیا ہے ؞

اِس علیم و خبیر اور پُر حکمت ہستی کو خدا کہا جاتا ہے ؞

(ریویو انگریزی) عبدالرحیم شبلی

اصلاح ایران کے شیعہ پہلے ہر سال ایک بے گناہ بچہ خرید کر اُسے امام حسینؓ کے لخت جگر معصوم علی اصغر کی طرح تیر مار کر ہلاک کیا کرتے یا تلوار سے قتل کر کے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی نقل اُتارا کرتے تھے۔ لیکن حکومت ایران نے حکماً اس ہولناک رسم کو بند کرا دیا۔ شیعیان ایران سالہا سال سے امام حسین رضی اللہ عنہ کا کیمپ بنا کر اسکو لوٹتے اور پھر خیموں کو آگ لگا کر یزیدیوں کی رسم کو تازہ کرتے یہ مذموم رسم خیمہ سوزی بھی رضا شاہ پہلوی کے حکم سے قطعاً روک دی گئی ہے۔ بعد ازاں چھریوں اور خنجروں سے ماتم کرنا بند کر دیا گیا ہے۔ ایک جرمن سیاح کا بیان ہے کہ پچھلے سال اس نے طہران میں دیکھا۔ کہ محرم کی بدعات کا اسے کہیں نام و نشان تک نظر نہ آیا۔ بلکہ جب اس نے ڈرتے ڈرتے ایک ایرانی نوجوان سے پوچھا کہ کیا اب طہران میں محرم نہیں منایا جاتا۔ تو اس نے صاف طور سے کہدیا۔ کہ شہادت امام مظلوم کا افسوس اور رنج ان کے دلوں اور سینوں میں موجود ہے۔ پیٹنے اور سینہ کوبی کرنے اور جزع و فزع سے ایرانی قوم میں بزدلی۔ کاہلی اور جہل جیسے خصائل مذمومہ پیدا ہو گئے تھے۔ اسلام نے پیٹنے اور سیاپا کرنے کی ممانعت کر رکھی ہے یہاں تک کہ عورت کو اپنے شوہر کا سوگ بھی تین روز سے زیادہ نہیں کرنا چاہیئے۔

سالہا سال بلکہ صدیوں کے سیاپے اور سینہ کوبی نے ایرانی قوم کو قعر مذلت میں گرا دیا تھا۔ اب خدا نے ایک ایسا آہنی انسان ایرانیوں میں پیدا کر دیا ہے کہ اس نے اپنی زبردست طاقت سے ان تمام بدعات کا قلع قمع کر دیا ہے ایرانی اب روز بروز اپنی گذشتہ تاریخی عظمت اور قومی شجاعت حاصل کر رہے ہیں

المقتبسات والملتقطات

حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:- حلقہ بگوش معرفت ہونے سے قبل یہ فقیر ایک ظالم اور سنگدل ڈاکو تھا۔

اس سراپا تقصیر نے ہزاروں خاندانوں کو برباد کیا۔ ہزاروں عورتیں بیوہ ہوگئیں۔ اور ہزاروں بچے سایۂ پدری سے محروم ہوگئے۔ میرے ظلم کی داستانیں سارے مُلک میں مشہور تھیں۔ اور بڑے بڑے ارباب امارت میرا نام سُنکر لرز اُٹھتے تھے۔

اسی عہد غارتگری کا ایک واقعہ ہے کہ میں ایک روز صحرائے لبنان میں ایک خیمہ کے اندر بیٹھا ہُوا تھا۔ میرے رفقائے کار اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ اس موقعہ پر ایک سن رسیدہ امیر میرے پاس آیا۔ اور کہا:-

میرے بزرگ! میں نے ابھی یہ سُنا ہے کہ فضیل ابن عیاض اس جنگل میں موجود ہے اور وہ قافلوں کو لُوٹ رہا ہے۔ مجھے امید نہیں کہ میں اس کے ظلم و استبداد سے محفوظ رہ سکوں۔ یہ بیس ہزار اشرفیاں میں آپکی خدمت پیش کرتا ہوں آپ ان کو اپنے پاس امانتاً رکھ لیجئے اگر میں سلامت رہا تو آپ سے لے لوں گا۔ ورنہ آپ اس مال کو اس پتہ پر بغداد بھیجدیجئے۔

یہ ایک عجیب حیرت انگیز واقعہ تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ایک شخص میرے مُنہ پر مجھے سنگدل اور ظالم کہہ رہا ہے۔ میں نے اُسے سر سے پاؤں تک حیرت میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے دیکھا اور فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ اس شخص نے مجھے امین۔ راستباز اور رحمدل سمجھا ہے اور اسی امید اور گمان کے ساتھ میرے پاس پناہ لینے کے لئے آیا ہے۔

نفس نے کہا۔ کثیر مال بغیر سعی و محنت کے قبضہ میں آگیا۔ اور تلوار کی ایک جنبش اس تاجر کا خاتمہ کرسکتی ہے۔ لیکن رُوح نے کہا۔ نہیں۔ اس تاجر کے گمان کا احترام کرنا چاہیئے۔ تاکہ خدا کے عفو و کرم کے متعلق جو تیرا گمان ہے۔ وہ غلط نہ ہو۔

اس خیال کے پیدا ہوتے ہی محسوسات کی دُنیا بدل گئی میں نے اس شخص کو امن و عافیت کے ساتھ اسکے گھر تک پہنچا دیا۔ اور گناہوں سے توبہ کی۔ اور اس کے اس پیشہ کو ترک کردیا۔ (پیسہ اخبار)

امام حسینؓ میدانِ کربلا میں

ضحاک بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آپؓ نے اور آپ کے ساتھیوں نے پوری رات نماز اور استغفار اور دُعاؤں میں گزار دی۔

دوسرے دن علی الصبح دسویں محرم کے دن عمر بن سعد اپنی فوج لیکر نکلا۔ حضرتؓ نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں۔ اُن کے ساتھ بتیس ۳۲ سوار اور چالیس ۴۰ پیادے کُل ۷۲ آدمی تھے۔ آپؓ نے میمنہ پر زہیر بن القین کو میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا۔ علم اپنے بھائی عباس بن علی کے سپرد کیا۔ خیموں کے پیچھے رات ہی میں خندق کھود کر اُس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا گیا تھا۔ اور آگ لگا دی گئی۔ تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

ضحاک مشرقی کی روایت ہے۔ کہ جب دشمن کی فوج قریب پہنچی۔ تو شمر نے آگے بڑھ کر کہا۔ اے حسین قیامت سے پہلے ہی تُو نے آگ قبول کر لی۔ آپؓ نے پکار کر کہا۔ اے چرواہے کے لڑکے۔ آگ کا زیادہ مستحق تُو ہی ہے۔ مُسلم بن عوسجہ نے عرض کیا۔ اجازت دیجئے۔ کہ فاسق کو تیر مار کر ہلاک کر ڈالوں بالکل زد پر ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ میں لڑائی میں پہل نہیں کرونگا۔

اتنے میں دشمن کا رسالہ آگے بڑھا۔ آپؓ نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ اور فرمایا:۔

الٰہی ہر مصیبت میں تو ہی میرا بھروسہ ہے۔ ہر شدت میں تُو ہی میرا سہارا ہے۔ میں نے ہمیشہ تجھی سے التجا کی تُو نے میری دستگیری کی۔ آج بھی تجھی سے التجا ہے۔

جب دشمن قریب آگیا۔ تو آپؓ نے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے۔ قرآن سامنے رکھا۔ اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے خطبہ دیا۔

لوگو! میری بات سُنو! جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر پیش کر کے اپنی آمد کا سبب بیان کر لینے دو۔ اگر میرا عذر معقول ہو۔ اور تم اُسے قبول کر سکو۔ تو یہ تمہارے لئے سعادت کا باعث ہوگا۔

یہاں تک کہنے پائے تھے۔ کہ ساتھ کی بیبیاں شدت تاثر سے بے اختیار ہو گئیں۔ اور خیمہ سے آہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ آپؓ نے اپنے بھائی اور اپنے فرزند علیؓ کو بھیجا۔ کہ انہیں خاموش کرائیں۔ پھر بے اختیار پکار اُٹھے۔ خدا ابن عباس کی عمر دراز کرے۔ راوی کہتا ہے یہ جملہ آپؓ کی زبان سے اس لئے نکل گیا تھا۔ کہ ابن عباس نے مستورات کو اپنے ہمراہ لیجانے سے آپؓ کو منع کیا تھا۔ عورتوں کے خاموش ہو جانیکے بعد آپؓ نے پھر تقریر شروع کی۔

لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں مُنہ ڈالو۔ اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبیؐ کی لڑکی کا بیٹا اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجناحین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہؐ کا یہ مشہور قول نہیں سُنا کہ آپؐ میرے اور

میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے۔ سیدا شباب اھل الجنۃ ؟ (جنّت میں نوجوانوں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے کیونکہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے لیکر آج تک جھوٹ نہیں بولا، تو بتاؤ۔ تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیئے؟ اگر تم میری بات کا یقین نہیں کرتے۔ تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جن سے تصدیق کر سکتے ہو۔ وہ تمہیں بتائینگے۔ کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سُنا ہے۔ یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اسوقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمہارے نبیؐ کا بلا واسطہ نواسہ ہوں۔ کیا تم مجھے اس لئے ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ کہ میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟

آپؓ نے بار بار پوچھا۔ مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ آخر آپؓ نے بڑے بڑے کوفیوں کو نام لے لیکر پکارنا شروع کیا۔ کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا۔ کہ " پھل پک گئے، زمین سرسبز ہوگئی، نہریں ابل پڑیں، آپ اگر آئینگے تو اپنی فوج جرار کے پاس آئیں گے۔ جلد آیئے" اسپر ان لوگوں کی زبانیں کھلیں اور انہوں نے کہا۔ " ہرگز نہیں، ہم نے تو نہیں لکھا تھا" آپؓ چلا اٹھے " سبحان اللہ یہ کیا جھوٹ ہے۔ واللہ تم ہی نے لکھا تھا، یہ کہکر آپؓ نے اونٹنی بٹھادی، عقبہ سمعان کو حکم دیا کہ اُس کی کونچیں باندھ دے اور دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے آپؓ کی طرف حرکت شروع کر دی ہے۔

ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حُر بن یزید نے کہا: " خدا آپکو سنوارے! کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کرینگے؟ ابن سعد نے جواب دیا " ہاں واللہ لڑائی! ایسی لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر کٹیں گے اور ہاتھ شانوں سے اُڑ جائیں گے" حُر نے کہا " کیا اُن تینوں شرطوں میں سے کوئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو اُس نے پیش کی ہیں"؟ ابن سعد نے کہا۔ " بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا۔ تو ضرور منظور کر لیتا۔ مگر کیا کروں؟ تمہارا حاکم منظور نہیں کرتا" حُر بن یزید یہ سُن کر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس قبیلہ کے ایک شخص مہاجر بن اوس نے کہا " کیا تم حسین پر حملہ کرنا چاہتے ہو" حُر خاموش ہو گیا مہاجر کو شک ہوا کہنے لگا۔ تمہاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمہارے نام کے سوا کوئی نام میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر یہ تم اسوقت کیا کر رہے ہو"؟ حُر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ " بخدا میں جنّت یا دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ میں نے منتخب کر لی۔ اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے" یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر لشکر حسینؓ میں پہنچ گیا۔ حضرت حسینؓ کی خدمت میں پہنچ کر کہا۔ " یا ابن رسول اللہ ﷺ! میں وہی بد بخت ہوں جس نے آپؓ کو لوٹنے سے روکا۔ راستہ بھر آپؓ کا پیچھا کیا۔ اور اسجگہ اُترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ لوگ آپؓ کی شرطیں منظور نہیں کرینگے۔ اور آپکے معاملہ میں اس حد تک پہنچ جائینگے۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کرینگے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب نہ ہوتا۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہو کر توبہ

کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں میں آپ کے قدموں پر قتل ہو جانا چاہتا ہوں کیا آپؓ کے خیال میں میری توبہ کے لئے کافی ہوگا؟"
حضرتؓ نے شفقت سے فرمایا "ہاں، خدا تیری توبہ قبول کرے مجھے بخش دے تیرا نام کیا ہے؟" اُس نے کہا "حُر بن یزید" فرمایا "تو حُر (آزاد) ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے تو دنیا اور آخرت میں انشاء اللہ حُر ہے"
اس کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اٹھائی اور لشکر حسینؓ کی طرف یہ کہکر تیر پھینکا "گواہ رہو سب سے پہلا تیر میں نے چلایا"
پھر تیر باری شروع ہو گئی۔ تھوڑا عرصہ جنگ مبازرت جاری رہنے کے بعد عام حملہ شروع ہو گیا۔ شمر کے تیر کمان سپاہیوں نے تیروں کی بے پناہ بارش کی۔ جس سے حسینی فوج کے تمام گھوڑے بے کار ہو گئے۔ اور سواروں کو پیدل ہو جانا پڑا۔
ایوب بن مشرح کا بیان ہے۔ کہ حُر کا گھوڑا میں نے زخمی کیا تھا۔ وہ گر پڑا اور حُر اُس پر سے کود پڑے۔ تلوار ہاتھ میں تھی۔ شیر ببر معلوم ہوتے تھے۔ اب لحظہ بہ لحظہ حضرتؓ کے لشکر کے جانباز سپاہی مسلم بن عوسجہ۔ نافع بن بلال اور حُر بھی شہید ہو گئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ حضرتؓ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا دباؤ اور زیادہ ہو گیا۔ آخر آپؓ کے تمام اصحاب شہید ہو گئے۔ اور اب بنی ہاشم اور خاندانِ نبوت کی باری آئی سب سے پہلے آپؓ کے صاحبزادے علی اکبر میدان میں اُترے اور داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں خود اپنے کانوں سے حضرتؓ کی آواز سُنی۔ جو بیٹے کو گرتے دیکھ کر صدا دے رہے تھے۔
"خدا انہیں مارے جنہوں نے اے فرزند تجھے مارا ہے۔ نورِ نظر تیرے بعد دُنیا اندھیر ہو گئی" راوی کہتا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ خیمہ سے ایک عورت تیزی سے نکلی۔ وہ اتنی حسین تھی جیسے اُٹھتا ہوا سورج۔ وہ چلا رہی تھی آہ بھائی آہ بھتیجے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرتؓ نے انہیں خیمے میں واپس لوٹایا۔ اور صاحبزادے کی لاش اُسی خیمے کے سامنے رکھدی۔ جس کے پاس لڑائی جاری تھی۔

ان کے بعد اہلبیت اور بنی ہاشم کے دوسرے جانفروش قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا نمودار ہوا۔ وہ کُرتہ پہنے، تہ بند باندھے، اور پاؤں میں نعلیں پہنے تھا۔ بائیں نعل کی ڈوری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا۔ کہ اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ شیر کی طرح بپھرتا آیا۔ اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑا۔ عمرو بن سعد عزدی نے اس کے سر پر تلوار ماری۔ نوجوان چلایا "ہائے چچا" اور زمین پر گر پڑا۔ حضرت حسینؓ بھوکے باز کی طرح ٹوٹے اور غضبناک شیر کی طرح قاتل پر لپکے۔ بے پناہ تلوار کا وار کیا۔ مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اُڑ چکا تھا۔ زخم کھا کر قاتل پکارنا شروع کیا۔ فوج اُسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ میں بچانے کی بجائے اُسے روند ڈالا۔ راوی کہتا ہے۔ جب غبار چھٹ گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت حسینؓ لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اور آپؓ فرما رہے ہیں۔ ان کے لئے ہلاکت جنہوں نے

تم کو قتل کیا ہے۔ قیامت کے دن تیرے نانا کو یہ کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لئے یہ سخت حسرت کا مقام ہے۔ کہ تو اُسے پکارے۔ اور وہ جواب دے۔ مگر تجھے اس کی آواز نفع نہ پہنچا سکے۔ افسوس تیرے چچا کے دشمن بہت ہو گئے۔ اور دوست باقی نہ رہے۔" پھر لاش اپنی گود میں اُٹھالی۔ لڑکے کا سینہ آپؓ کے سینہ سے ملا ہوا اور پاؤں زمین پر رگڑتے جاتے تھے۔ اس حال سے آپؓ اُسے خیمہ تک لائے۔ اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا قاسم بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب۔

پھر آپؓ کے پاس ایک بچہ لایا گیا۔ جو شدت پیاس سے بے تاب ہو رہا تھا۔ آپؓ نے اُسے گود میں اُٹھایا۔ اچانک تیر آیا۔ اور بچے کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ بچہ کی رُوح اُسی وقت پرواز کر گئی۔ آپؓ نے تیر اُس کے حلق سے نکالا۔ خون سے چلّو بھرا اور اس کے جسم پر ملتے ہوئے فرمانے لگے۔

"واللہ تُو خدا کی نظر میں صالح کی اونٹنی سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اور بنی محمد خدا کی نظر میں صالح سے زیادہ افضل ہیں۔ الٰہی تُو وہی کر جس میں ہماری بہتری ہے؟"

اب آپؓ نے بھی تلوار چلانا شروع کی پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تن تنہا اُس کے قدم اُکھاڑ دیئے۔ عبداللہ بن عباد جو خود اس جنگ میں شریک تھا۔ روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے تیزی سے حضرت حسین پر حملہ کیا۔ اور ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگر میں چاہتا تو قتل کر سکتا تھا۔ مگر یہ خیال کر کے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا دائیں بائیں ہر طرف سے ان پر حملے ہو رہے تھے۔ لیکن وہ جس طرف مُڑ جاتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اُس وقت کُرتہ پہنے اور عمامہ باندھے تھے۔ واللہ میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا گھر کا گھر خود اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گیا ہو۔ ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی۔ کہ دائیں بائیں سے دشمن بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی اثناء میں آپؓ کی بہن زینب بنت فاطمہ علیہا السّلام خیمہ سے باہر نکلیں اُن کے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں۔ وہ چلّاتی تھیں کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے۔ لڑائی کے دوران میں آپؓ کو بہت سخت پیاس لگی۔ آپؓ پانی پینے فرات کی طرف چلے مگر دشمن کب جانے دیتے تھے۔ اچانک ایک تیر آیا۔ اور آپؓ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپؓ نے تیر کھینچ لیا۔ پھر اپنے ہاتھ مُنہ کی طرف اُٹھائے۔ تو دونوں چُلّو خون سے بھر گئے۔ آپؓ خون آسمان کی طرف اُچھالا۔ اور آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہا الٰہی میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ تیرے رسولؐ کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے۔

اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہے۔ کہ دشمن اگر چاہتا تو آپؓ کو بہت پہلے قتل کر ڈالتا۔ مگر یہ گناہ کوئی بھی اپنے سر نہ لینا چاہتا تھا۔ آخر شمر بن ذی الجوشن چلّایا۔ تمہارا بُرا ہو کیا انتظار کر رہے ہو؟ کیوں کام تمام

نہیں کرتے؟ اب ہر طرف سے پھر نرغہ ہُوا۔ آپؓ نے پکار کر کہا۔ کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو اُبھارتے ہو؟ واللہ میرے بعد کسی بندے کے قتل پر خدا اتنا ناخوش نہیں ہوگا۔ جتنا میرے قتل پر ناخوش ہوگا۔

مگر اب وقت آچکا تھا۔ زُرعہ بن شریک تمیمی نے آپؓ کے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا۔ پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپؓ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ لوگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ مگر سنان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپؓ زمین پر گر پڑے۔ اس نے ایک شخص سے کہا۔ سر کاٹ لے" وہ سر کاٹنے کے لئے لپکا۔ مگر جرأت نہ ہوئی۔ سنان بن انس نے دانت پیس کر کہا۔ خدا نے تیرے ہاتھوں کو شل کر ڈالا ہے۔ پھر جوش سے اتنا آپؓ ذبح کیا اور سر تن سے جُدا کر لیا!

بن محمد علیؓ سے مروی ہے۔ کہ قتل کے بعد دیکھا گیا۔ کہ آپؓ کے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۴۴ گھاؤ تھے۔

عمرو بن سعد کو حکم تھا کہ حسینؓ کی نعش گھوڑوں کے ٹاپوں سے روند ڈالے۔ اب اس کا وقت آیا۔ اُس نے پُکار کر کہا۔ اس کام کے لئے کون تیار ہے؟ دس آدمی تیار ہوئے۔ اور گھوڑے دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا۔

اس جنگ میں حضرت حسینؓ کے ۷۲ آدمی شہید ہوئے اور کوفی فوج کے ۸۸ مقتول ہوئے۔

پھر لوگ اہل بیت کے خیمے پر ٹوٹ پڑے اور لُوٹنا شروع کر دیا۔ تمام سامان پر قبضہ کرنے کے بعد اہل بیت کی خاتُونوں پر دست درازی کی۔ اور تن کے کپڑے تک چھیننے لگے۔

حمید بن مُسلم سے روایت ہے کہ جب مَیں اہلبیت کے خیمے میں داخل ہُوا تو علیؓ بن حسینؓ (امام زین العابدین) اپنے بستر مرض پر دراز تھے۔ شمر بن ذی الجوشن بھی گُھس آیا اور بیمار کو دیکھ کر کہنے لگا" اسے بھی کیوں قتل نہ کر ڈالیں؟" مَیں نے مخالفت کی "سبحان اللہ! بچّوں کو قتل کرو گے؟ یہ تو محض ایک لڑکا ہے!" مَیں برابر کھڑا اُن کی حفاظت کرتا رہا، یہاں تک کہ عمرو بن سعد آگیا۔ اُس نے یہ اُودھم دیکھ کر حُکم دیا۔ "عورتوں کے خیمے میں کوئی نہ گُھسے، اس بیمار کو کوئی نہ چھیڑے، جس کسی نے کچھ لُوٹا ہو۔ واپس کر دے!" مگر کسی نے کچھ واپس نہیں کیا۔

(دَورِ جدید لاہور)

آنحضرت صلعم کی آخری تقریر

حضورؐ نے باہر نکل کر مجمع عام کے سامنے یہ تقریر کی:۔

یاعباد اللہ انی اوصیکم بتقوی اللہ و احثکم علی طاعة اللہ واسمعوا ما ابیّن لکم واللہ انی لا ادری لعلی لا القاکم بعد ھذا الوقت۔

اے اللہ کے بندو! مَیں تم کو پرہیزگاری کی نیکی وصیّت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رغبت دلاتا ہوں اور مَیں جو کچھ تم سے کہتا ہوں اس کو غور سے سُنو کیونکہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ مَیں اس وقت کے بعد تم سے مل سکوں گا۔

یا عباد اللّٰہ! قد بلغت ما جاء عندی من اللّٰہ اللّٰھم اشھد و بعد ذٰلک انا اقول ان لنسائکم علیکم حقا و ان لکم علیھن حقا فاتقوا اللّٰہ فی النساء

یا عباد اللّٰہ! انما المؤمنون اخوۃ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا الا بلغت قالوا نعم وقال اللّٰھم اشھد وقال فلیبلغ الشاھد منکم الغائب والسلام علیکم رحمۃ اللّٰہ

اے اللہ کے بندو! میں نے تم کو وہ سب کچھ پہنچا دیا جو خدا کی طرف میرے پاس آیا تھا۔ اے اللہ! گواہ رہنا اور اس کے بعد میں تم سے کہتا ہوں کہ بیشک تمہاری عورتوں کا حق تم پر ہے اور تمہارا بھی انپر حق ہے۔ پس عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہو۔

اے اللہ کے بندو! کچھ شک نہیں کہ سب مومن آپسمیں بھائی بھائی ہیں۔ پس تم سب مل جل کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو اور آپسمیں تفرقہ نہ کرو کیا میں نے تمکو اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ حاضرین نے کہا بیشک آپ نے پہنچا دیا یہ سنکر حضورؐ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔ پھر فرمایا حاضرین یہ پیغام ان لوگوں کو پہنچائیں جو غائب ہیں اور تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس وقت حضور اکرمؐ یہ تقریر فرما رہے تھے تو فرطِ غم سے حضورؐ کے آنسو جاری تھے اور جس وقت حضورؐ نے یہ جملہ فرمایا "مجھے معلوم نہیں کہ اس وقت کے بعد میں تم سے مل سکوں گا یا نہیں تو شدّت غم سے حاضرین چیخ اُٹھے اور اس طرح رونے لگے جس طرح بچّے روتے ہیں"۔ (مولوی دہلی)

اچھُوت اور ہندو

اچھوتوں کو گھوڑے پر سواری کرنے کی یا اپنی خوشی میں باجہ بجانے یا اچھے کپڑے یا زیور پہننے کی بھی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ بس کیا یہیں تک اچھوت پن ہے۔ نہیں وہ اس سے بھی آگے چلتا ہے۔ کسی اچھوت کا سایا بھی نہیں پڑنا چاہیئے۔ اور اسکو اتنے فاصلہ کی دُوری سے سڑک پر چلنا چاہیئے۔ فلاں سڑک پر بائیسکل چلنا ہی نہیں چاہیئے۔ ابھی اچھوت پن ختم نہیں ہُوا۔ اُس اچھوت کی آواز کان میں نہیں آنی چاہیئے۔ اور نہ اُس کو دوسرے چھوت بھائی کی آواز اپنے کان میں ڈالنی چاہیئے۔ اگر کوئی چھُوت بھائی دھرم گرنتھ پڑھ رہا ہو۔ اُس کی آواز اچھُوت کے کان میں چلی جائے۔ تو اُس کے کان میں سکّہ بھر دیا جائے۔ اچھُوت کو مُنہ نہیں دکھانا چاہیئے۔ اور نہ ہی اچھوتوں کا مُنہ دیکھنا چاہیئے۔ بس کیا ختم۔ نہیں۔ اُس کو مندر میں جھانکنا درکنار۔ نزدیک بھی نہیں پھٹکنا چاہیئے۔ اور نہ ہی اپنے بھگوان کی پُوجا کرنی چاہیئے۔ یہ ہے اچھُوت پن کا سوروپ۔ یہ ہے ایک انسان کا دوسرے انسان سے سلوک۔ اور وہ بھی اپنے دیش واسیوں کا۔ اتنا گناہ عظیم۔ پھر ملک کا بیڑا غرق نہ ہو۔ تو اور کیا ہو؟

آریہ سماج میں اس وقت جو لوگ شامل ہیں۔ وہ قریب قریب سو فیصدی ہندوؤں سے آئے ہوئے ہیں۔ اور ہندوؤں میں دو پرکار کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو اپنے کو اونچی جاتوں کے سمجھتے ہیں۔ دوسرے وہ جو نیچ جاتوں کے یا اچھوت مانے جاتے ہیں۔ دونوں قسم کے لوگ آریہ سماج میں شامل ہوئے ہیں۔ چاہیئے

تو یہ تھا۔ کہ آریہ سماج میں شامل ہو جانے پر سب ایک ہو جاتے۔ جات پات کا کوئی خیال نہ ہوتا۔ ہر ایک آریہ کہلاتا۔ اور اپنے اپنے گُن کرم سوبھاؤ اور یوگیتا کے انوسار اس کا درجہ گنا جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہُوا"۔ (آریہ مسافر لاہور)

ویاس سمرتی میں لکھا ہے۔ کہ مٹی۔ لوہے۔ تانبے کے برتنوں میں کھانا کھانے والا نرک کو پہنچتا ہے۔ تو پھر بتلایئے۔ کون سا دیو بھگت سمرتی کار کے کہنے کے انوسار نرک میں پہنچے گا۔ اور پھر اس حالت میں جبکہ ساری دُنیا دھات کا استعمال کرتی ہے۔ آپستمب سمرتی والے کہا ہے۔ کہ تیس سے ادھک نوالے کھانے والا اچھا آدمی نہیں ہے۔

شنکر دجے میں شمبھو کشتریوں کا کرشن۔ ویشیوں کا برہمن اور شودروں کا گنیش دیوتا بتلایا ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ سب کے سب جنم ابھیمانی برہمن پہلے گنیش کی ہی پوجا کرتے ہیں۔ کیا یہ بھی شودر نہیں ہیں؟

دشِشٹ سمرتی میں کہا ہے۔ کہ ملیچھ بھاشا پڑھنے والے دلت ہیں۔ بتلایئے کیا ایسی حالت میں کون مائی کا لال رہ جاتا ہے۔ جو اپنے آپ کو اچھوت نہ خیال کرے۔ (آریہ مسافر لاہور)

احباب جماعت احمدیہ سے گذارش

ہم نے حسب معمول ماہ فروری میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے وی پی کئے تھے تا بقایا سال گذشتہ یا سنہ ۱۹۳۶ء کا چندہ وصول کیا جا سکے۔ ۴۰ فیصدی خریداروں نے وی پی واپس کر کے نہ صرف اپنا فرض مالی ادا نہیں کیا بلکہ دفتر کو نقصان پہنچایا کیونکہ ہر وی پی پر سوا تین آنے کے ٹکٹ لگائے جاتے ہیں۔ یہ رسالہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی واحد یادگار ہے۔ اور اس کا جاری رہنا لازمی و ضروری ہے۔ پھر یہ بہتر سے بہتر علمی مضامین سے مزین کر کے تاریخ مقررہ پر نہایت التزام سے شائع کیا جا رہا ہے مگر احباب کرام باوجود متواتر یاد دہانیوں اور اپیلوں کے اسکے زندہ رکھنے سے بے پرواہ ہیں اور اسکے اتنے خریدار بھی نہیں جو اپنی طباعت کا خرچ ادا کر سکے۔ آخر یہ حالت کب تک برقرار رکھی جا سکیگی۔ تمام جماعت کے معتمدین سے گذارش ہے کہ اس بارے میں جمع ہو کر کوئی فیصلہ فرمائیں۔ اور پھر ہر مستطیع احمدی کے لئے ضروری قرار دیں کہ وہ اس کا خریدار ہو۔ اس بات کی شدت سے نگرانی کیجائے۔ اور جو لوگ پہلے سے خریدار ہیں وہ توسیع اشاعت کا کام اپنے ہاتھ میں لیں۔ بقایا داروں سے بقایا وصول کر کے بھجوائیں تاکہ فنڈ اس قابل ہو سکے کہ اپنا فرض واجب الادا اتارے۔ پچھلے دنوں میں نے ایک فہرست شائع کر کے دکھایا تھا کہ صرف گذشتہ تین سال کا ایک ہزار روپے سے زائد بقایا ہے جو واجب الوصول ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔

(مینیجر ریویو اُردو۔ قادیان)

۴۶۹۲ منکہ محمد اکبر ولد ملک رسول بخش صاحب قوم جٹ جویہ پیشہ ملازمت عمر قریباً ۲۲ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۳۲ء ساکن ڈیرہ غازیخان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ یکم جنوری ۱۹۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) نقد روپیہ فی الحال ندارد (۲) جائیداد سکنی فی الحال ندارد (۳) جائیداد غیر منقولہ زرعی حسب ذیل ہے۔ (ا) قریباً ساڑھے سات بیگہ اراضی مالیتی -/۵۰۰ روپے واقع چاہ باہیوالہ (ب) قریباً اڑھائی بیگہ مالیتی مبلغ -/۲۵۰ روپیہ واقع چاہ جمالوالہ واقع موضع مورثہ کوٹ ہیبت تحصیل وضلع ڈیرہ غازیخاں (۴) میرا گذارہ علاوہ پیداوار مذکورہ میری تنخواہ ماہوار پر ہے جو کہ اسوقت تیس ۳۰ روپیہ ہے۔ میں مقر برضا و رغبت بلاجبر کسی کے اپنی جائیداد و آمد تنخواہ مذکورہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں میرے مرنے کے وقت جسقدر جائیداد از قسم نقدی و مکان سکنی و اراضی زرعی میری مملوکہ و مقبوضہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی منمو وصیت بحق صدر انجمن مذکور کرتا ہوں۔ اور نیز اقرار کرتا ہوں کہ ۱/۱۰ حصہ کی آمد تنخواہ کا ماہوار اور پیداوار کا فصل وار صدر انجمن مذکور کو بلا ناغہ ادا کرتا ہونگا تحریر ہذا سنداً لکھدیتا ہوں۔

نوٹ۔ جسقدر رقم زر وصیت اپنی زندگی میں منمو صدر انجمن کو ادا کریگا۔ وہ زر وصیت میں مجرا تصور ہوگی۔ المرقوم ۲۱/۱۲/۳۶ تحریر کردہ بمقام قادیان

العبد محمد اکبر کلرک گڈز برانچ چیف اکونٹس آفس این۔ ڈبلیو۔ آر لاہور بقلم خود حال وارد قادیان۔ گواہ شد ملک عزیز محمد ولد ملک احمد خان وکیل ڈیرہ غازیخان حال وارد قادیان۔ گواہ شد حسن خان جتانہ ساکن ڈھورہ جتانہ تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان حال وارد قادیان۔

۴۷۶۳ منکہ بشیر احمد حامد ولد حاجی جلال الدین صاحب سلمہ قوم جلیانہ راجپوت پیشہ ملازمت عمر قریباً ۲۷ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن میانی ضلع شاہپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳/۴/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری اسوقت کوئی جائیداد نہیں۔ میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے۔ میری ملازمت اپریل ۱۹۳۷ء سے دی کیلیفورنیا سٹینڈرڈ آئل کمپنی بحرین ملک عرب میں بمشاہرہ یکصد و پنجاہ (۱۵۰) روپیہ مقرر ہوئی ہے میں وصیت کرتا ہوں کہ میں تادم زیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد۔ بشیر احمد حامد بقلم خود قادیان۔ گواہ شد فخر الدین پنشنر محلہ دار الفضل۔ قادیان۔ گواہ شد۔ ممتاز احمد ایاز برادر اکبر موصی حال وارد قادیان

۴۷۶۴ منکہ عبد الرحیم ولد مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم قوم جدران پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن تلونڈی جھنگلاں ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۳/۲/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ تفصیل جائیداد:۔

۱۔ مکان پختہ واقعہ دار الفضل قادیان قیمتی مبلغ آٹھ صد روپیہ

۲۔ مکان خام رہائشی واقعہ تلونڈی جھنگلاں قیمتی مبلغ دو صد روپیہ۔ ان ہر دو مکانوں میں شرعی طور پر میں

پانچویں حصہ کا حقدار ہوں اور اس میں سے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جسقدر میری اور بھی پیدا کردہ جائیداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اسوقت میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو کہ اوسطاً پندرہ روپیہ ہے۔ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ حسب ماہوار آمد ادا کرتا رہونگا۔ العبد عبد الرحیم پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ ٹلونڈی جھنگلاں۔ گواہ شد سید احمد علی مولوی فاضل قادیان

گواہ شد۔ سکندر علی سابق مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان حال پنشنر ساکن بھینی بانگر بقلم خود۔

۴۷۶۲ء منکہ رحمت علی ولد شیخ احمد قوم ٹھیکریہ گوجر پیشہ ملازمت عمر ۳۲ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۳۴ء ساکن کالس ڈاکخانہ موہر کی ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲/۳۶-۱۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:

میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں اسوقت میری ماہوار آمد مبلغ پندرہ روپے ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی

العبد بقلم خود رحمت علی حال ملازم ہیڈورکس سلیمانکی ضلع فیروزپور۔ گواہ شد۔ ہیڈ جمعدار محمد خاں ہیڈورکس سلیمانکی ضلع فیروزپور۔ گواہ شد۔ عبد الرحیم بقلم خود ملازم ہیڈورکس سلیمانکی ضلع فیروزپور ؎

۴۷۶۱ء منکہ سعید احمد ولد مہر دین قوم راجپوت پیشہ حرفت عمر تیس ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳/۳۷-۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ بلکہ کمبل بافی کے کارخانہ میں کام کرتا ہوں۔ جس سے مجھ کو تیس ۳۰ روپے اوسطاً ماہوار آمد ہوتی ہے۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ میں اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کراتا رہوں گا۔ نیز اگر میری کوئی جائیداد بن گئی۔ تو بعد از وفات اس کے دسویں حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر اس حصہ جائیداد کے حساب میں کوئی رقم اپنی زندگی میں جمع کرادوں تو وہ اس دسویں حصہ میں مجرا کر دی جائیگی ؎

گواہ شد	العبد	گواہ شد
عطاء الرحمن	سعید احمد بقلم خود	خیر الدین بقلم خود
پریذیڈنٹ محلہ ناصر آباد		امام مسجد احمدیہ محلہ ناصر آباد
قادیان		قادیان

ریویو آف ریلیجنز اردو۔ قادیان دارالامان۔ مورخہ ۵ر اپریل ۱۹۳۴ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

ڈابر (ڈاکٹر ایس کے برمن، لمیٹڈ)

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس ۵۵۴ کلکتہ

پچاس برس سے زیادہ کا مشہور و لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا وسیع ہندوستانی کارخانہ

STAR TRADE MARK (REGD)

اسٹار ٹریڈ مارک

موسم گرما آگیا

پودن ہرا
(Regd)
(عرق پودینہ)

اس گرمی کے موسم میں اس کی ایک شیشی ضرور پاس رکھئے۔

یہ بدہضمی۔ ریاح اور بچوں کے پیٹ پھولنے میں بے حد مفید ہے۔

یہ پودینے کی ہری پتیوں سے طیار کیا گیا ہے۔

پیٹ پھولنا پیٹ میں درد ہونا۔ جی متلانا کھٹی ڈکار آنا۔ بھوک کی کمی وغیرہ ریاحی فساد اس سے جلد رفع ہوتے ہیں۔

بازاری دوسرے عرق پودینہ سے "پودن ہرا" کہیں زیادہ مفید ہے۔

نوٹ ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں سے اور دواخانوں میں ملتی ہے دوا خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں۔

پنجاب کے خاص خاص شہروں میں سول ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپکر قادیان سے مالکان کے لئے شائع کیا)